لہٗ دعوۃ الحق

قرآن و سنت کی تعلیمات کا علمبردار

ماہنامہ

الحق

اکوڑہ خٹک

مدیر

سمیع الحق

جلد نمبر : ۸

شمارہ نمبر : ۲، ۳

شوال المکرم / ذی قعدہ ۱۳۹۲ھ

نومبر / دسمبر ۱۹۷۲ء

فون نمبر۔ دارالعلوم ---- ۴

فون نمبر۔ دھا الستی ---- ۲

اس شمارے میں

نقش آغاز	سمیع الحق	۲
قادیانی تبلیغ اور پاکستانی سفارتخانے	شاہد تسنیم ایم۔ اے	۵
ذی میسن تحریک اور صیہونیت	حافظ محمد اسماعیل صاحب	۹
نئے حالات نئے تقاضے (مسلمان کی تعریف)	علامہ شمس الحق افغانی مدظلہٗ	۱۴
شاہ عبدالقادر کے ترجمۂ قرآن کی خصوصیات	مولانا قاضی زاہد الحسینی صاحب	۲۰
کائنات خدا کی گواہی دیتی ہے	جناب وحید الدین خان	۲۵
حدود اور تعزیرات میں شیعہ سنی متفق ہیں	مولانا عبدالخالق صاحب تلمیذ شاہ انور شاہ کشمیریؒ	۳۱
فتنۂ مرزائیت اور علماء کی ذمہ داری	محمد اقبال کاشغری	۳۸
ایک بقیۃ السلف عالم دین۔ (کہانی اپنی زبانی)	علامہ مولانا مارتونگ صاحب مدظلہٗ	۴۰
خنزیر کے نقصانات	ڈاکٹر محمد الیاس یحییٰ پشاور	۴۷
قرآن کریم اور انسانی غذائیات	جناب وحید الدین خان	۵۰
نماز ---- اسلام کی میزان	مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہٗ	۵۱
سرکار دو عالم کے غذائی آداب	حکیم آفتاب احمد قریشی	۵۵
افکار و تاثرات	قارئین	۵۶
احوال و کوائف	مولانا سلطان محمود صاحب	۶۱

بیرونی و مشرقی پاکستان سے سالانہ ۸/ روپے۔ فی پرچہ ۷۵ پیسے۔ غیر ممالک بحری ڈاک ایک پونڈ، ہوائی ڈاک دو پونڈ

سمیع الحق استاد دارالعلوم حقانیہ نے منظور عام پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا۔ (پرنٹر محمد شریف)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نقشِ آغاز

معاشرہ کی اصلاح، ترقی اور خوشحالی کیلئے کیا کچھ ہے، جو نہیں ہو رہا۔ یہ ترقیاتی منصوبے اور طویل الذیل سکیمیں، گوناگوں تحریکیں، طویل المیعاد پلاننگ اقتصادی اور مادی میدان میں مسلسل جدوجہد اور تگ و دو معاشرہ کی مادی ترقیات اور رفاہیت ہی کی خاطر ہو رہا ہے۔ مگر معاشرہ ہے کہ اصلاح کی بجائے فساد میں ترقی کرتا جا رہا ہے۔ معاشرتی خرابیاں، خودغرضی، لالچ، رشوت، اقرباء پروری، بے حیائی، لذت اندوزی، مادہ پرستی اور جلبِ منفعت کی خاطر بڑے سے بڑے قومی اور اجتماعی حقوق کی پائمالی اس فساد کی واضح علامت ہیں۔ اور درحقیقت اجتماعی معاشرہ انفرادی اور شخصی زندگی سے الگ کوئی چیز نہیں، پس اگر آپ کسی انسانی جسم پر پھوڑے پھنسیاں یا ظاہری فساد دیکھ کر اندرونی خرابی اور فاسد مواد کا تعیّن کر لیتے ہیں، تو علاج کا صحیح اور دانشمندانہ طریقہ یہی ہوتا ہے کہ بیرونی مرہم پٹی اور عارضی اصلاح کی بجائے اندرونی مادۂ فاسد کے ازالہ کی تدابیر اختیار کر لیں۔ کہ جب تک جڑ سے خرابی کا ازالہ نہیں ہوگا۔ جسم رستا اور سڑتا رہے گا۔ اور داخلی فساد اور خرابی رفتہ رفتہ سارے جسم کو ختم کر کے چھوڑے گی۔ عطائی اور ناتجربہ کار طبیب صرف وقتی تدابیر پر اکتفاء کریں گے۔ مگر ہوشیار نبض شناس حاذق اطباء کی نظر خرابی کے اصل سرچشمہ کو پکڑ لیتی ہے یہی حال ہمارے موجودہ معاشرہ کا ہے، جو نہ صرف فساد کی لپیٹ میں ہے، بلکہ اوّل تا آخر جسدِ ملی کو خرابیوں کا روگ کھوکھلا کرتا جا رہا ہے۔ معاشرہ کے کسی طبقہ اور زندگی کے کسی شعبہ میں دیکھیں آپ کو ایک عام بیماری نظر آئے گی۔ لوٹ کھسوٹ کا منظر ہے، ہوسِ زر میں جائز و ناجائز کی تمیز ختم ہے۔ مادہ پرستی پوری قوم کا شعار ہے۔ ذرا سی منفعت دنیوی کے لئے حیاء و شرم کی ساری حدود بالائے طاق رکھ کر ہر فرد اغراض اور ذاتی منافع کے درپے ہے۔ سمگلنگ ملاوٹ ذخیرہ اندوزی تجار کا شعار ہے۔ رشوت ستانی، اقرباء پروری اور بددیانتی سرکاری حکام اور ہر سرکاری محکمے کا شیوہ ہے۔ ملازم اور مزدور صرف حقوق کا رونا روتے ہیں۔ فرائض کا احساس تو پوری قوم کو نہیں۔ ہر شخص دوسرے کو شک کی نگاہوں سے دیکھتا ہے جن کو دولت میسّر ہے وہ عیش کوشی اور ہوس رانی کے چکر میں مبتلا ہے جو غریب ہے وہ اپنے علاوہ ہر انسان کو بغض و عناد اور نفرت و حقارت کی نظروں سے دیکھتا ہے۔ غرض پورا معاشرہ احساس و شعور کی ہر خلش، ضمیر و ادراک کی ہر قید و بندش سے آزاد ہو کر ایک عام وبائی بیماری کی لپیٹ میں ہے۔ اور جسم کے یہ پھوڑے پھنسیاں حیرت انگیز طور پر بڑھنے والی داخلی خرابیوں کا اعلان کر رہی ہیں ——— مگر یہاں بھی اصلاح و تشخیص اور علاج کی وہی صورتیں اختیار کی جا رہی ہیں، جو سڑتے ہوئے جسم کے بارہ میں عطائی اور بے بہرہ ظاہر بین طبیبوں کا طریقہ ہے، اس طرح اندرونی مادہ کو کچھ جلتا

کچھ سکون تو مل جاتا ہے جس طرح اسپرو سے ہوتا ہے۔ مگر دوسرے وقت میں اندر ہی اندر سڑتا ہوا مادہ مزید شدت اور قوت سے ظاہر ہو کر پورے جسم کو ہلاک کر کے رکھ دیتا ہے ـــــ اس بگاڑ اور بربادی کو دیکھ کر کچھ عطائی لوگوں نے طبقاتی تفاوت اور اقتصادی ناہمواری کو اس کا سبب قرار دیا کہ غریبی ہی تمام خرابیوں کی جڑ ہے، ہر شخص کو بقدر ضرورت وافر دولت اور برابر کا حصہ مل جائے تو خرابی ختم ہو سکے گی۔ اس کیلئے مساوات، سوشلزم اور کیا کیا سنہری نام تجویز کر کے نسخۂ شفاء مرتب کیا گیا۔ مگر جہاں دولت کی فراوانی تھی وہاں اخلاقی خرابیوں اور بربادیوں کا زیادہ دور دورہ دیکھا گیا، جو جتنا غریب تھا دولت اور عہدہ ومنصب کے لحاظ سے دوسرا اس سے جتنا اونچا تھا، رشوت ستانی اور اخلاقی بددیانتیوں میں وہ اتنا ہی اس سے بڑھ کر نکلا، سپاہی اور کلرک ایک روپیہ کا راشی تھا، تو سینکڑوں پانے والے افسر اور حاکم سینکڑوں اور ہزاروں کے راشی ہوئے۔ سو روپیہ پانے والے میں سو خرابیاں ہیں تو ہزار اور لاکھوں پانے والوں میں اتنی ہی تعداد میں اخلاقی بیماریاں۔ سرمایہ دارانہ نظام کے علمبردار ممالک آج سب سے بڑھ کر بے حیائی، فحاشی اور مادہ پرستی کی لپیٹ میں ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ غربت اور افلاس کا ازالہ بذات خود کتنا اہم اور ضروری ہی کیوں نہ ہو معاشرہ کی اصلاح اور فساد کے ازالہ سوسائٹی کی خرابیوں کا علاج ہرگز نہیں اس دوا نے معاشرہ کے بعض افراد کو اور بگاڑ دیا تو پوری قوم کی اجتماعی زندگی اس سے کب شفایاب ہو سکتی ہے۔؟

★

کچھ لوگوں نے معاشرہ کے علاج کی خاطر قانون کا سہارا لیا مگر قانون کا ڈنڈا جتنا بھی سخت ہوتا گیا اور حکومت وسلطنت کے شکنجہ میں معاشرہ جتنا بھی جکڑتا گیا اندرونی فاسد مادہ اتنا ہی شدت اور قوت سے دوسرے راستے نکالتا رہا۔ امریکہ نے کچھ عرصہ قبل شراب پر پابندی لگائی تو لوگوں نے سائیکل کے ٹیوب ٹائر سے خم خانوں اور پیمانوں کا کام لیا، خفیہ بھٹیوں کی تعداد سینکڑوں سے ہزاروں تک پہنچ گئی اور قانون کا احترام اسی طرح خاک میں ملتا رہا۔ اس لئے کہ نرے قانون اور حکومت کے آہنی شکنجہ سے اندرونی فاسد مادہ پر پلاسٹر تو ہو سکتا ہے۔ مگر برسوں کے سڑتے ہوئے مواد کو ابلنے کا موقع مل جاتا ہے۔ اور سماجی بگاڑ اندر ہی اندر نقطۂ عروج پر پہنچ جاتا ہے۔ آپ نے چوروں کو دیکھا ہوگا کہ برسوں کی قید اور سزاؤں کے بعد ان کا پہلا کام وہی ہوتا ہے جسکی پاداش میں وہ اب تک تکالیف شاقہ برداشت کر رہے تھے۔ جوا باز مقامر کی عادت قانون کے ڈنڈے سے کبھی نہیں بدلی، ایک سمگلر کبھی حوالات کی وجہ سے عادت بد نہیں بدلتا۔ اور ایک راشی یا اجرتی قاتل دو چار ہزار جرمانہ دیکر اپنا ولپسند طریقہ نہیں چھوڑتا۔ الغرض اس شکنجہ سے انسان ـ اشرف المخلوقات ـ محض ایک سرکش گھوڑے کی طرح تو ہو جاتا ہے کہ جب تک سزا اور عقوبت کی رسیوں میں جکڑا ہوا ہے، قابو میں ہے، ذرا سی باگ ڈھیلی ہوئی وہ شریر اور سرکش گھوڑا ہی رہا ـــــ ہمارے ہاں بھی یہ انسانی طور طریقے تشخیص و علاج کے لئے استعمال ہو رہے ہیں۔ مگر افسوس کہ اصل علاج سے پوری قوم غافل ہے۔ اندرونی فساد کے ازالہ کیلئے

تحریکیں چل رہی ہیں ـــ یہ صفائی کا ہفتہ ہے، یہ ہفتہ شجرکاری ہے۔ وہ ٹی بی کے خلاف جہاد ہے یہ ریڈکراس کے میلے ہیں۔ یہ ٹریفک کا ہفتہ منایا جارہا ہے۔ یہ سمگلنگ، اور ملاوٹ کے خلاف تحریک گرم ہے، سب کچھ ہو رہا ہے مگر کسی شعبہ حیات میں اچھائی کے آثار ظاہر نہیں ہوتے کہ علاج کی تشخیص ہی غلط ہے۔

مگر مسلمانوں کی نگاہ میں جو سب سے بڑھ کر دانا و بصیر حکیم تھا جسکی حذاقت و مہارت اور فراست باطنی و دوررسی، اور حقیقت بینی کی تاریخ نے ہر دور میں شہادت دی یعنی حکیم دانا نبی آخرالزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام صادق و مصدوق نبی نے معاشرہ کی اصلاح کے لئے وہی طریقہ اختیار کیا جو عقل و تجربہ اور فہم و خرد کے مطابق تھا، یعنی فساد کی اندرونی خرابیوں کو پکڑا کہ جب تک انسانی معاشرہ میں اندر سے انقلاب پیدا نہیں ہوگا۔ دل کی حالت درست نہ ہوگی، ضمیر و احساس بیدار نہ ہوگا، اچھے اور برے کی تمیز پیدا نہ ہوگی۔ تقویٰ اور خشیت کی لہریں نہیں اٹھیں گی۔ جسم انسانی کے پھوڑے پھنسی اور بدنما داغ نہ تو دولت سے زائل ہوں گے نہ غربت اس کا مداوا ہو گا نہ قانون سے اصلاح ہو سکے گی نہ حکومت کے ڈنڈے سے یہ انقلاب دل کا انقلاب تھا۔ کہ باہر کا سب کچھ اس کے تابع ہے، وہ اصل ہے اور جسم اس کا سایہ۔ اور جب اصل قابو میں آجائے گا۔ تو سایہ خود بخود ہاتھ میں ہوگا۔ پھر نہ قانون کی ضرورت ہوگی نہ نظام حکومت کے آہنی شکنجوں کی کہ اذا اصلحت صلح الجسد کلہٗ۔ جب دلوں کی دنیا بدل گئی تو منادی کی ایک پکار سے گھروں کے اندر لبوں تک آتے ہوئے شراب کے جام توڑ دئے گئے لبوں کے اندر سے گلوں کے گھونٹ حلق کے اس پار اٹک کر رہ گئے اور شراب کی وہ مٹی پلید ہوئی کہ مدینہ کی گلیاں اس سے بھر گئیں، سب جام و سبو باہر پھینک دئے گئے۔ حجاب کی آیت سنی گئی تو جو بھی عفت مآب خاتون جہاں سے گذر رہی تھی وہیں سکڑ کر کسی آڑ میں بیٹھ گئی۔ اور جب تک لباس سا تر نہیں ملا وہاں سے قدم نہیں اٹھ سکے اگر رات کے سیاہ پردوں میں بھی انسانی کمزوری کی وجہ سے کوئی جرم سرزد ہوا تو جب تک اس کی حد (جو رجم اور سنگساری کیوں نہ ہوتی) اپنے اوپر جاری نہ کروائی لحہ بھر چین نہ ملا وہ ماعزؓ جیسے رجال باصفا ہوتے یا غامدیہؓ جیسی خواتین قانتات جن کی احساس ندامت کسی پوری وادی کے لئے بخشش آفرین ہو سکتی، وہ عبداللہ بن رواحہؓ جیسے سراپا دیانت حاکم اور افسر ہو جاتے، کہ ہزاروں لاکھوں کی رشوت کو پائے حقارت سے ٹھکرا دیتے۔ غرض یہ اس امت کا آزمایا ہوا نسخہ ہے، جسکی صداقت پر صدیاں گذر گئیں۔ آج پھر معاشرہ کے لئے اس نسخہ کی ضرورت ہے۔ مگر کیا اس پورے ملک میں اصلاح اخلاق، تعمیر اخلاق، تہذیب نفس، تزکیۂ قلوب کی بھی کوئی تحریک اٹھی ہے۔ کسی پارٹی نے اسے اپنا منشور بنایا ہے؟ کوئی ہفتہ اس کا منایا گیا ہے؟ کسی لیڈر کا یہ بھی اوڑھنا بچھونا بنا ہے؟ وہ قوم جو روٹی کپڑے اور مکان سے زیادہ تعمیر انسانیت، تہذیب نفس کی محتاج ہے۔ افسوس کہ کوئی حکیم اسے شعار بنا کر نہیں اٹھتا کہ دلوں کو بیدار کردے، اسے خوف آخرت اور ایمان باللہ سے مالا مال کردے، انسانی افکار کو محاسبۂ آخرت سے مربوط کردے اور دنیا کے مقابلہ میں آخرت کی اہمیت انسانی اقدار کی قدر و قیمت اور ضمیر و شعور کی آگاہی اور بیداری کی ضرورت سے قوم کو آگاہ کردے۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔ سمیع الحق

قادیانی تبلیغ
اور
پاکستانی سفارت خانے

شاہد تسنیم۔ ایم۔ اے

مسٹر دولتانہ
کا
احمدیہ مسجد
لندن میں
تجدید وفا

قادیانیت کی تبلیغ کے لئے پاکستانی سفارت خانوں کو اس وقت استعمال کیا گیا جب برطانوی سامراج کے ازلی گماشتے مرتدِ اعظم سر ظفر اللہ خان نے وزارتِ خارجہ کا چارج لیا۔ اس عرصے میں غیر ممالک میں ارتداد کی خوب تبلیغ کی گئی اور صیہونیت کے اعضا و جوارح کی خوب پرورش ہوئی۔ ایوب خاں کے عہد میں برطانوی اور امریکی استعمار کے قادیانی حاشیہ برداروں نے ملکی زرمبادلہ کو خوب لوٹا۔ اس وقت کی قومی اسمبلی میں اس بارے میں سوالات بھی اٹھائے گئے اور زرمبادلہ کے ضیاع پر ممبروں نے تشویش کا اظہار کیا۔

آجکل لندن میں پاکستانی سفارت خانہ کو قادیانیت کی تبلیغ کے لئے استعمال کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ سامراجی طاقتوں اور صیہونی یہودیوں کے ایماء پر افریقہ میں قادیانی سازش جاری ہے۔ اور یہ ایک ثابت شدہ امر ہے۔ کہ مغربی افریقہ میں قادیانیوں نے ابتداہی سے برطانوی سامراج کے لئے اڈے قائم کئے اور ان کے لئے جاسوسی کی۔ "دی کیمبرج ہسٹری آف اسلام مطبوعہ ۱۹۷۰ء صفحہ ۴۰۰ میں مذکور ہے:

"The Ahmadiyya first appeared on the west African coast during the first world war, when several young men in Lagos and Free Town joined by mail. In 1921 the first Indian missionary arrived. Too unorthodox to gain a footing in the Muslim interior, the Ahmadiyya remain confined principally to Southern Nigeria, Southern Gold Coast Sierra Leone. It strengthened the ranks of those Muslims actively loyal to the British, and it contributed to the modernization of Islamic organization in the

area." (The Cambridge History of Islam, Vol. II edited by Holt, Lambton, and Lewis, Cambridge University Press, 1970, P-400)

درج بالا اقتباس سے عیاں ہے کہ قادیانی ۱۹۲۱ء کے بعد زیادہ تر جنوبی نائیجیریا، جنوبی گولڈ کوسٹ اور سیرالیون میں سمٹے رہے اور قادیانی مشنوں نے ان مسلمانوں کے دستوں کو مضبوط کیا جو برطانیہ کے نہایت وفادار تھے۔ برطانیہ نے بھی اس سلسلے میں قادیانیوں کی پوری پوری مدد کی، دو سال قبل افریقہ میں تبلیغ کے نام پر جو دو سکیمیں نصرت جہاں ریزرو فنڈ اور آگے بڑھو سکیم جاری کی گئیں، لندن ہی میں ان کی داغ بیل پڑی اور وہیں مرزا ناصر احمد نے اکاؤنٹ کھلوایا[۲] افریقہ میں اپنی کارکردگیوں کے بارے میں قادیانی مبلغ برطانیہ میں مقیم ان ممالک کے ہائی کمشنروں سے رابطہ قائم کرتے رہتے ہیں اور انہیں معلومات بہم پہنچاتے رہتے ہیں۔ قادیانی وفدوں میں پاکستان کے سفارت خانہ کے ذمہ دار افراد بھی شامل ہوتے ہیں۔ اور اس طرح قادیانی تبلیغ اور زیادہ موثر ہو جاتی ہے۔ جون ۱۹۷۲ء میں برطانیہ میں گھانا کے ہائی کمشنر سے قادیانی جماعت کے ایک وفد نے ملاقات کی مسجد فضل لندن کے پریس سیکرٹری خواجہ نذیر احمد کی اطلاع کے مطابق مغربی افریقہ کے چھ ممالک کے سفیروں سے ملاقات کی گئی یہ وہ ممالک ہیں جن کا مرزا ناصر احمد دورہ کر چکے ہیں۔ پریس سیکرٹری لکھتے ہیں:

"مغربی افریقہ کے ان چھ ممالک کے سفراء کو اپنی مساعی اور خدمات سے روشناس کرانے کے لئے مکرم و محترم بشیر احمد خان صاحب رفیق امام مسجد فضل لندن نے سہ رکنی وفد کی قیادت فرماتے ہوئے جس میں مکرم چوہدری ہدایت اللہ صاحب بنگوی سیکنڈ سیکرٹری سفارت خانہ پاکستان اور خاکسار خواجہ نذیر احمد پریس سیکرٹری مسجد فضل لندن ہز ایکسی لینسی ایچ وی ایچ سیکی ہائی کمشنر گھانا متعینہ لندن سے ملاقات کی۔"[۳]

ترجمہ: [۱] پہلی جنگ عظیم کے دوران احمدی فرقہ کے لوگ مغربی افریقہ کے ساحل تک پہنچے جہاں لاگوس اور فری ٹاؤن کے چند نوجوان ان تک پہنچے۔ ۱۹۲۱ء میں پہلی ہندوستانی مشنری وہاں آئی۔ اگرچہ یہ لوگ کسی عقیدہ کا پرچار نہیں کر سکے۔ لیکن ان کا ارادہ مسلم آبادی کے اندرونی علاقوں میں قدم جمانا تھا۔ یہ لوگ زیادہ تر جنوبی نائیجیریا، جنوبی گولڈ کوسٹ اور سیرالیون میں سرگرم عمل رہے۔ ان لوگوں نے ان مسلمان دستوں کو مضبوط کیا جو کہ مملکت برطانیہ کے حد درجہ وفادار تھے اور ان علاقوں میں اسلام کو جدید تقاضوں سے ہمکنار کرتے رہے۔ (الحق)

[۲] الفضل ربوہ، ۲۹ جولائی ۱۹۷۲ء [۳] الفضل ربوہ، یکم جولائی ۱۹۷۲ء

• ایسے ہی برطانیہ میں گیمبیا کے ہائی کمشنر سے قادیانی جماعت کے ایک وفد نے ملاقات کی اور نائب امام مسجد ضرار لندن کی اطلاع کے مطابق:

"۹ر جون کو محترم جناب بشیر احمد خان رفیق امام مسجد لندن کی سرکردگی میں جماعت احمدیہ برطانیہ کے ایک وفد نے برطانیہ میں گیمبیا کے ہائی کمشنر صاحب ہزایکسی لینسی مسٹر بوکر عثمان سمیگا جاج صاحب سے ملاقات کی وفد میں آپ کے علاوہ مکرم عبدالعزیز دین صاحب، مکرم چوہدری ہدایت اللہ صاحب بنگوی اور خاکسار عطاء المجیب ارشد شامل تھے۔" [۱]

۹ر مئی ۱۹۷۲ء کے الفضل میں پاکستانی ہائی کمشنر مقیم گھانا ہزایکسی لینسی ایس اے سعید کا ذکر چھپا ہے۔ آپ نے ایک احمدیہ ہسپتال کا افتتاح فرماتے ہوئے:

"جماعت احمدیہ کی اسلامی خدمات اور رفاہی سرگرمیوں کا ذکر کرکے بہت شاندار الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا"

"جماعت کے بے لوث جذبہ خدمت کی بہت تعریف کی اور جماعت کو اس بناء پر خراج تحسین پیش کیا کہ اس نے اپنی انتھک اور بے لوث خدمات کے ذریعہ گھانا اور پاکستان کے عوام ایک دوسرے کے قریب لانے اور ان کے درمیان بہتر مفاہمت کا جذبہ پیدا کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔" [۲]

صدر بھٹو نے جون کے اوائل میں افریقی ممالک کا دورہ کیا تھا۔ اس وقت لیگوس (نائیجیریا) کے قادیانی مشن نے آپ کا استقبال کیا[۳] اور نائیجیریا میں پاکستانی سفیر کے تعاون سے تمام پروگرام طے کیا گیا۔ چند ماہ گذرے میاں ممتاز دولتانہ نے احمدیہ مسجد لندن میں تقریر کی اور روزنامہ جنگ لندن (مورخہ ۱۰ر اگست ۱۹۷۲ء) کی اطلاع کے مطابق:

"تقریر کے ابتداء میں انہوں نے کہا میں لندن مسجد میں تجدید وفا کے سلسلہ میں حاضر ہوا ہوں۔" [۴]

واقعی ہے

وفاداری بشرط استواری اصل ایماں ہے   مرے کعبے میں تو لندن میں گاڑو قادیانی کو

یوم پاکستان کی اس تقریب میں مرتد اعظم سر ظفر اللہ خان نے صدارت کی۔ ان شواہد سے عیاں ہوتا

۱۔ الفضل ربوہ ۲۸ر جون ۱۹۷۲ء
۲۔ " ۶ر مئی ۱۹۷۲ء
۳۔ " یکم جولائی ۱۹۷۲ء
۴۔ ماخوذ الفرقان ربوہ اکتوبر ۱۹۷۲ء نیز الحق کا زیر نظر شمارہ۔

ہے کہ قادیانی ہمارے سفارت خانوں کو اپنے شرمناک مشن کی تکمیل کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ اور ان سفارت خانوں کے قادیانی افسران ان کی پوری پوری پشت پناہی کرتے ہیں۔ مرزائیوں کے ان مذموم حربوں سے اسلامیان پاکستان کے دینی جذبات کو ٹھیس پہنچی ہے اور وہ اپنے سفارت خانوں کو قادیانیت کی تبلیغ و ترویج کے اڈے بنتے دیکھ کر سخت مضطرب ہیں۔ ارباب بست وکشاد اس سلسلہ میں مناسب اقدامات کریں اور قادیانیوں کی بیرون ملک سازشوں پر نگاہ رکھیں، اور جو سفارتی ارکان مرزائی فتنہ کی تبلیغ میں براہ راست یا بلاواسطہ ملوث ہوں۔ ان کے خلاف مناسب کارروائی کریں۔ پاکستان کے غیور مسلمان قادیانیوں کی نت نئی چالوں سے آگاہ رہیں اور ان کا مناسب حل تلاش کریں۔ تاکہ اس ناسور کو پھیلنے سے روکا جائے۔

الفضل ربوہ مورخہ ۱۶ر نومبر ۷۲ء میں مولوی محمد اجمل شاہد قادیانی انچارج مشن نائجیریا کی ایک رپورٹ شائع ہوئی ہے۔ اس میں مذکور ہے:

"نائجیریا میں پاکستان کے سفیر مکرم ڈاکٹر ایس۔ ایم۔ قریشی صاحب (جن کا حال ہی میں بیرونت تبادلہ ہوا ہے۔) کے اعزاز میں جماعت کیطرف سے ایک شاندار دعوت عشائیہ کا اہتمام یہاں کے مشہور ہوٹل برسٹل میں کیا گیا جس میں متعدد سفراء اور شہر کے معززین نے شرکت فرمائی کھانے کے بعد مکرم جسٹس کاظم صاحب کی صدارت میں تلاوت قرآن مجید کے بعد خاکسار نے استقبالیہ پیش کیا اور محترم قریشی صاحب نے اس کے جواب میں تقریر فرمائی۔ جسٹس کاظم صاحب نے اپنی افتتاحی تقریر میں جماعت احمدیہ کی تعلیمی اور طبی مساعی کو سراہا۔"

تقریباً ایک سال سے الفضل ربوہ اس قسم کی کارروائیوں کو بڑے جلی حروف سے شائع کر رہا ہے۔ حالانکہ اس سے قبل ایسی دلیری بہت ہی کم دکھائی جاتی تھی۔ اس پردہ زنگاری میں جو معشوق پنہاں ہے۔ مسلمانوں کو اس سے واقف ہونا چاہیے اور قادیانیوں کی ان سرگرمیوں کو ختم کرانے کے لئے تگ و دو کرنی چاہیئے۔

پی - سی - ٹی
مارکہ

پرزہ جات سائیکل
پاکستان میں سب سے اعلیٰ اور معیاری

بٹ سائیکل سٹور نیلا گنبد لاہور۔ فون 65309

حافظ محمد اسماعیل صاحب

فری میسن تحریک اور صیہونیت

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہٗ نے قومی اسمبلی میں فری میسن کے بارہ میں سوالات اٹھائے تھے حکومت نے دفع الوقتی کے طور پر جواب دیا۔ آپ نے اس تحریک پر پابندی لگانے کی قرارداد بھی پیش کی جو ایجنڈے میں آ گئی مگر تاحال بحث نہ ہو سکی، یہاں اس تحریک کے بارہ میں مختصر معلومات پیش ہیں۔

"ادارہ"

یہ یہودی ہی ہیں جنہوں نے ہمیشہ ان تمام تحریکوں کی پشت پناہی کی جو دین اسلام اور دین عیسوی کے درپے ہوئیں — دین مسیحی پر نظر ڈالیں تو یہی یہودی تھے جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مخالفت کی اور ان کو نقصان پہنچانے کے لئے رومی حکام پر زور دیتے رہے۔

حضرت عیسیٰؑ کے رفع کے بعد انہوں نے دین مسیحی میں تحریفات کا سلسلہ شروع کیا اور یہ تحریفات اس وقت سے شروع ہوئیں جب پولس یہودی جس کا نام شادل تھا۔ دین مسیحی میں داخل ہوا۔

تاریخ اسلام پر نظر ڈالیں تو یہاں بھی انہی کی ناپاک حرکتیں نظر آتی ہیں۔ مدینہ منورہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے کی متعدد ناپاک و ناکام کوششیں اور حضرت عمر بن الخطابؓ کا قتل بھی ایک یہودی سازش تھی، جسے بعض یہودیوں نے ہرمزان، جفینہ اور ابو لؤلؤ کے اشتراک سے تیار کیا تھا۔ حضرت عثمانؓ خلیفہ سوم کے خلاف بغاوت میں بھی ایک یہودی ابن سبا کا ہاتھ تھا۔

اس طرح وہ تمام تحریکیں جن کا مقصد دین اسلام کا خاتمہ یا اسلامی عقائد میں شکوک و شبہات پیدا کرنا تھا۔ جیسے فرقہ باطنیہ، اسماعیلیہ وغیرہ ان تمام تحریکوں کی پشت پہ ہمیشہ یہودی ہی رہے ہیں۔ چنانچہ مشہور مورخ ابن الاثیر کی بھی یہی رائے ہے کہ ان تمام تحریکوں کے بانی یہودی ہیں۔ چنانچہ یہی یہودی اس تحریک فری میسن کے بھی بانی و موجد ہیں۔ اور اس تنظیم کو چلانے والے نیز اس کی لاجوں پہ حکمران بھی یہودی ہیں۔

"کوئی لاج بھی یہودیوں سے خالی نہیں۔ یہودی عبادت گاہ مذاہب کو اپنے دامن میں نہیں رکھتیں

بلکہ وہاں صرف اصول و مبادی ہیں، اور یہی حال فری میسنری کے ہاں بھی ہے۔ چنانچہ بدیں وجہ یہودی عبادت گاہیں ہماری حلیف و مددگار ہیں۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ فری میسنوں میں ایک بہت بڑی تعداد یہودیوں کی ہے۔
ایک انگریز مؤلف فری میسنری اور یہودیوں کے آپس کے تعلقات کو بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے ......
"ایک فری میسن اگر پیدائشی یہودی نہ ہو تو بھی وہ یہودی بن جاتا ہے۔
اسی طرح ان کے اشارات و رموز (کنایے) بھی اکثر عبرانی الاصل ہیں۔ اور یہودی "کابالا" سے ماخوذ ہیں:

"فری میسنوں کی اصل یہودیوں سے ہے اور ان کی بیشتر عادات ہیکل سلیمان سے ماخوذ ہیں۔ جیسا کہ ان کے اکثر اشارات و رموز عبرانی ہیں۔"

یہودی انسائیکلوپیڈیا جلد ۵ ص ۵۰۳ مطبوعہ ۱۹۰۳ء میں ہے کہ:

"وہ اصطلاحات، رموز، اور طریقے جنہیں فری میسن استعمال کرتے ہیں، یہودی افکار و تعبیرات سے بھرے ہوئے ہیں، چنانچہ اسکاٹ لینڈ کی لاج میں دستاویزات کی تاریخ عبرانی کلینڈر کے مطابق لکھی جاتی ہے۔ اور عبرانی رسم الخط استعمال ہوتا ہے۔"

یہودیوں نے یہ تنظیم اس لئے قائم کی ہے کہ اس کے ذریعے تمام ادیان کو ختم کرکے اور معاشرے (سوسائٹیوں) میں انحلال و تباہی پھیلا کر ان پر تسلط جمایا جائے، اور اس طرح پوری دنیا پر ان کی حکمرانی کا قدیم خواب پورا ہو۔

"یہودیوں کو یقین ہے کہ ادیان کو ختم کرنے کا سب سے بہتر ذریعہ فری میسن تحریک ہے۔"

صیہونی پروٹوکول میں ہے کہ:

"میسونک لاج جو پوری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں، وہ نادانستہ طور ہمارے (یہودیوں کے) مقاصد کی تکمیل کے لئے کوشش کر رہے ہیں۔"

اور یہ حقیقت ہے کہ اس تحریک کے اعمال کی بنیاد ہی یہودیوں کی خدمت انجام دینا اور ان کے مقاصد کے حصول میں جانفشانی کرنا ہے:

"فری میسنوں نے اپنے اعمال کی اساس یہودیوں کی عالمی حکومت قائم کرنے کے کام پہ رکھی ہے۔"

اس تنظیم کے ابتدائی ممبر بیچارے (جو فری میسنوں کے نعروں سے دھوکہ کھاکر یہ گمان رکھتے ہوئے اس تنظیم میں شامل ہوتے ہیں کہ یہ ایک ایسی تحریک ہے جو انسانیت کی بہتری اور فلاح و بہبود کے مقاصد رکھتی ہے۔) ہرگز ان کے حقیقی مقاصد تک نہیں پہنچ سکتے۔ کیونکہ فری میسنری نے اپنے دستور میں خفیہ اشارات و رموز کے استعمال

اور پوری رازداری کی تاکید کی ہے۔

یہ اس کی تعریف اپنے دستور میں اس طرح کرتے ہیں :

"یہ ایک خاص قسم کا اخلاقی نظام ہے۔ جس پر خیال کے پردے پڑے ہیں، اور رموز سے بیان کیا جاتا ہے۔"

فری میسنری اپنے ارکان کو یہودیوں کی تنظیم کرنے اور ان کے مقاصد کی تکمیل میں کام کرنے کی تعلیم دیتی ہے، وہ کہتے ہیں :

"یہودی عنصر (قوم) کی تعظیم ایک فری میسن کے اہم فرائض میں سے ہے یہ عنصر (قوم) جو صدیوں اور نسلوں کے گذارنے پر بھی محفوظ رہا ہے، غیر متغیر حکمتِ الٰہیہ کے برابر ہے۔ چنانچہ تم پر واجب ہے۔ اس عنصر یہود پر اعتماد کرو۔ تاکہ تم تمام حدود اور رکاوٹوں کو دور کرنے پر قادر ہو سکو۔"

انقلاب ۱۹۰۸ء اور سقوطِ خلافتِ عثمانی کے ساتھ ان کا تعلق

یہودیوں نے اسپین سے جلاوطن ہونے کے بعد بلادِ خلافتِ عثمانیہ میں پناہ لی۔ جہاں انہیں پوری آزادی حاصل رہی۔ ان میں سے کئی یہودیوں نے مسلمان ہونے کا دعویٰ کیا۔ اور "شنابتائی تیسبی" کو اپنا سردار بنالیا۔ شخص مذکور نے ۱۶۶۶ء میں ازمیر میں مسیح ہونے کا دعویٰ کیا۔ اور جب خلیفہ نے اس سے مطالبہ کیا کہ اگر تم اپنے اس دعویٰ میں سچے ہو تو اپنے سینے پر زہریلے تیر کھا کر دکھا دو ہم تمہیں سچا تسلیم کریں گے۔ یہ کڑی شرط سن کر وہ اس دعویٰ سے باز آگیا۔ اور مسلمان ہونے کا دعویٰ کرنے لگا۔ چنانچہ اس طرح وہ کبھی مسلمان بنتا رہا۔ اور کبھی یہودی بن جاتا۔ آخر کار خلیفہ نے اسے گرفتار کر کے بلگراڈ کے کسی قلعہ میں بند کر دیا جہاں ۱۶۷۶ء میں مرگیا۔

چنانچہ جو یہودی مسلمان ہونے کا دعوی کرتے انہیں "دونمہ" کہا جاتا تھا۔ جس کے معنی "مرتد" کے ہیں۔ ان لوگوں نے ترکی کے ایک شہر سالونیکا کو اپنا خصوصی مرکز بنالیا تھا۔ اور ان میں سے کئی ایک تجارت کے ذریعہ بڑے دولتمند بن گئے تھے، ان میں سے بعض نے پوشیدہ طور پر ملک کے مختلف حصوں میں فری میسن لاج قائم کرلئے جن میں سب سے بڑا لاج سالونیکا میں تھا۔ ان تمام لاجوں کا تعلق یورپ اور دنیا کے دوسرے لاجوں کے ساتھ تھا۔

سلطان عبدالحمید خان ثانی کے دورِ خلافت میں یہودیوں نے فری میسنوں کے ذریعے سلطان کی خدمت میں ایک عریضہ پیش کیا جس میں یہ درخواست تھی کہ فلسطین کی اراضی ان کو فروخت کی جائے یا

انہیں محدود طور پر فلسطین میں کچھ مراعات دی جائیں۔

سلطان عبدالحمید نے ان کی درخواست مسترد کردی، اور ان کے نمائندے "قرہ صو" کو بے عزت کر کے دربار سے نکال دیا۔ کچھ عرصہ بعد یہی درخواست کافی تحریفات کے ساتھ دوبارہ سلطان کی خدمت میں انہوں نے پیش کیا۔

لیکن سلطان نے ان کو وہی کورا جواب دے دیا۔ اب یہودی مایوس ہو گئے کہ جب تک سلطان عبدالحمید کی حکومت قائم ہے۔ ہماری کامیابی مشکل ہے، چنانچہ انہوں نے خلافت عثمانیہ کا تختہ الٹنے کی مہم شروع کردی اور اس میں کامیاب ہو گئے۔

فری میسن لاجوں نے سلطان عبدالحمید کی معزولی اور شرعی قوانین کی بجائے یورپی قوانین اپنانے کے نظریہ کی تبلیغ شروع کردی۔ چنانچہ پہلی انجمن استنبول میں قائم ہوئی، جس نے عبدالحمید کی معزولی اور یورپی قوانین کو اپنانے کا مطالبہ کیا۔ یہ انجمن فری میسنری کے اشارے سے بنی تھی۔ ۱۸۸۹ء میں فری میسنوں نے ایک البانی شخص ابراہیم تیمو۔ (جو آرمی میڈیکل کالج کا اسٹوڈنٹ تھا) کو "ترقی واتحاد" کے نام سے انجمن بنانے کو کہا۔ چنانچہ تیمو نے نابولی شہر میں میسونک لاج میں حاضری دی اور اس کے بعد یہ انجمن قائم کی۔

چند برس بعد ایک اور انجمن "اتحاد و ترقی" کی بنیاد پڑی جس کے بانی بھی فری میسن تھے۔ یہی انجمن ۱۹۰۸ء میں انقلاب لائی، اس انجمن کی میٹنگیں فری میسن لاج میں ہوتی تھیں۔ اور اس انجمن کے اکثر ارکان فری میسنز دل میں سے تھے۔ انقلاب کے کچھ ہی عرصہ بعد پیرس کے کسی اخبار کے نامہ نگار نے جدید ترکی کے ایک نوجوان رفیق بیگ کے ساتھ ملاقات کی اور اس سے پوچھا کیا ان کی تحریک کا کوئی تعلق فری میسن کے ساتھ بھی تھا۔؟ چنانچہ اس نے جواب دیا:

> "یقیناً ہمیں فری میسنری سے خفیہ امداد ملی تھی۔ خاص طور پر اطالوی فری میسنری سے دو اطالوی لاجوں (MECEDONIA-RISORTA) اور (LABORET-LUX) نے ہماری حقیقی خدمات انجام دیں۔ اور ہمیں کئی پناہ گاہیں فراہم کیں۔ جہاں ہم فری میسنزوں کی طرح جمع ہوتے تھے۔ کیونکہ ہم میں سے کئی ایک فری میسن تھے۔ وہاں ہمارے اجتماعات تنظیمی ہوتے تھے۔ ہمارے اکثر ساتھی، انہی دو لاجوں سے متعلق تھے۔ یہ لاج ہماری تنظیم میں شامل ہونے والوں کی اس قدر تحقیق کرتے تھے کہ کوئی مشکوک شخص شامل نہ ہو سکتا۔ چنانچہ اس کام سے جو نہایت رازداری کے ساتھ سالونیکا میں چل رہا تھا۔ بہت کم شکوک استنبول میں پیدا ہوئے۔ اس میں داخلہ کے لئے پولیس کے ایجنٹوں نے بھی کوششیں کی لیکن

ناکام رہے۔ ساتھ ہی ان لاجوں نے اٹلی میں مشرق اعظم سے درخواست کی کہ ضرورت کے وقت اطالوی سفارت خانہ مداخلت کرے۔ چنانچہ مشرق اعظم نے اس بات کی ضمانت دی"

—— ترکی کی فری میسن لاجوں کا تعلق عالمی فری میسن لاجوں کے ساتھ تھا۔ چنانچہ مشرق اعظم کی کانفرنس منعقدہ ۱۹۲۳ء کی رپورٹ میں ہے:

"ہم مشرق اعظم کے ترکی ارکین کا تعلق پاناما، پولینڈ اور ہندوراس کی بڑی فری میسن لاجوں کے ساتھ ہے۔ اس طرح ۵۹ فری میسن لاجوں کے ساتھ ہمارا رابطہ رہا"

چنانچہ اس طرح دولت عثمانی کا خاتمہ ہوا اور فری میسنری خلافت عثمان کے خاتمہ اور مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کے ناپاک عزائم میں کامیاب ہوئی۔ ترکوں کو اپنے اس فعل کی گراں باری اور اس فعل سے اپنے آپ کو اور تمام مسلمانوں کو ایک عظیم مصیبت میں ڈال دینے کا احساس بہت جلد ہوگیا۔ چنانچہ ان سخت داخلی اضطرابات کے دوران (جو ترکی کو جمعیت اتحاد و ترقی کے انقلاب اور جوابی انقلاب کے بعد لاحق ہوئے) طرابلس الغرب پر قبضہ کرنے کے لئے فری میسن اطالیہ کو اکساتے رہے۔ تاکہ ترکی سلطنت کا شیرازہ بکھر جائے اور سامراج کو اس پر قابض ہونے کا موقعہ مل جائے۔ جب طلعت پاشا (اس وقت کے ترکی وزیر اعظم) کو معلوم ہوا کہ فری میسنری اس میں دخل دے رہی ہے۔ اور حکومت کے مصائب سے فائدہ اٹھانے کے لئے اطالویوں کی مدد کر رہی ہے۔ تو اس نے (قرصو) (جو سلطان عبدالحمید کے پاس فری میسن یہودیوں کے وفد کا قائد بن کر گیا تھا۔) کو بلا کر کہا کہ:

"ہمارے اطالوی فری میسن بھائی کہاں ہیں۔؟ کسی نے بھی طرابلس الغرب میں ہماری مصیبت میں امداد نہ دی، ہمیں اس بات کی پوری تحقیق ہوگئی ہے کہ فری میسنری یہودیوں کے لئے ایک پردہ ہے، جس کے ذریعہ پوری دنیا کو اپنی مصلحتوں کے لئے استعمال کرتے ہیں"

★ —— محبت ایسی پیاری چیز ہے، جو انسان کو مشکل ترین کام کے لئے مجبور کرتی ہے۔ اگر یہ نہ ہوتی تو دنیا میں بالعموم قربانی کی راہ مسدود ہو جاتی۔

★ —— عیاری چھوٹے کمبل کی مانند ہے، اس سے سر چھپاؤ تو پیر ننگے ہو جائیں گے۔

★ —— مصیبتیں بیدار کرنے کے لئے آتی ہیں، نہ کہ پریشان کرنے کے لئے۔

★ —— اکثر لوگ اپنے بہترین دوستوں کی کمتری سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔

ضبط وترتیب : ادارۃ الحق

قسط ۲

حضرت علامہ مولانا شمس الحق افغانی مدظلہ

دارالعلوم حقانیہ میں کی گئی تقریر

نئے حالات

نئے تقاضے

علماء کی ذمہ داریاں

مسلمان کی تعریف

ثم جعلناک علی شریعۃ من الامر فاتبعہا ولا تتبع اھواء الذین لا یعلمون۔ اگر پوچھے شریعت پر کیسے چلوں، امریکہ فرانس روس تو اور کچھ کہتا ہے۔ تو فرمایا ایسے لوگوں کی خواہشات کی پیروی مت کرو۔ امریکہ جاہل ہے، روس جاہل ہے، فرانس جاہل ہے۔ اور مقنن کیلئے علم تام کی ضرورت ہے۔ قدرت تام کی ضرورت ہے، حکمت تام کی ضرورت ہے، لاجانبداریت تام ضروری ہے، وہ بے پرواہ ہونا چاہیئے۔ سارے مادی رشتوں اور رابطوں سے تو یہ سب چیزیں صرف خدا میں پائی جاتی ہیں یا انسان میں۔ انسان تو اپنے ملک علاقہ قوم نسل وطن کے مفاد کو دیکھ کر دوسرے انسانوں کو نقصان دیگا۔ یورپی ہو تو ایشیائی کو پنجابی ہو تو سندھی کو غرض اپنے نسل وطن قوم کا مفاد ڈھونڈے گا۔ اور خدا کا نہ تو وطن ہے نہ قوم ہے، نہ عزیز وخویش ہیں۔ سب انسان اس کے بندے اور غلام ہیں۔

ان کل من فی السموات والارض الا اتی الرحمان عبدا۔ جو بھی آسمانوں اور زمینوں میں ہے وہ بندہ اور غلام ہی بن کر اس کے سامنے پیش ہوگا۔۔۔ وللہ ملک السموات والارض۔ آسمانوں اور زمینوں کی سلطنت اسی کی ہے۔ تمام اوطان واقوام سے ایک رشتہ ہے کہ وہ مالک باقی سب مملوک۔ اور اس بات میں سب برابر ہیں۔ الغرض وہی ذات سرچشمۂ قانون بن سکتی ہے۔ وہی جو قانون بنائے گا، برابر اور مبنی بر انصاف ہوسکتا ہے۔

مسلمان کی تعریف ۔۔۔ تو ہمارے بعض قوانین، تعزیری ہیں۔ بعض تمدنی ہیں۔ بعض بنیادی قوانین ہیں، جیسے ایمان اور اسلام، مگر ہمیں یورپ کی غلط تعلیم نے یہاں تک پہنچا دیا کہ بنیادی قوانین تک ہی شک واضطراب ہونے لگا ہے۔ بنیادی قوانین میں سے ایمان ہے اور قاعدہ بغدادی کے مطابق ہمارے دین کا

الف ایمان ہے۔

—— اور ہمارے منتخب ممبر اسمبلی میں کہتے ہیں کہ ایمان کی تعریف نہیں ہو سکتی اور تعریف نہیں ہو سکتی تو جو اپنے کو مومن کہتے ہیں۔ وہ مومن کیسے ہیں۔؟ میں نے مولانا عبدالحق صاحب کی تعریف جو اسمبلی میں انہوں نے پیش کی ہے، پڑھی ہے، وہ بالکل صحیح ہے، میں اسے کچھ مزید منظم بنانا اور اس کے اجزاء کو آیت سے ثابت کرنا چاہتا ہوں ——

دراصل ہمارا مقابلہ ملحدوں سے ہوتا ہے جو عربی کتابوں کے حوالے نہیں جانتے، طلبۂ مدارس عربیہ کو ان چیزوں کے لئے تیار ہونا چاہئے۔ ہم تو بوڑھے ہو چکے ہیں۔ مولانا دامت برکاتہم نے کچھ ہمت کی، لیکن بہرحال ہم تو ان سے بوڑھے ہیں۔ آگے آنے والی نسلوں کے لئے نوجوان طلبہ کو مستعد ہونا چاہئے۔ اور جہاد کا معنی یہ ہے کہ جس عصر اور زمانہ میں ہوں، اُس زمانہ کی بے دینی سے بے دینوں سے لڑنا —— تو اسلحہ کے بغیر تو لڑنا مشکل ہے۔ اور جہاد کی تیاری تو اسلام نے فرض قرار دی ہے۔ ہمارے پاس دل میں، ذہن میں، کتابوں میں سب کچھ ہے۔ لیکن زمانے کے مطابق اسکی تعبیر و ترجمانی کی ضرورت ہے۔ سیرت نبوی پر مستشرقین اعتراضات کرتے ہیں، تعدد ازدواج پر مقالے، سود پر مقالے کہ اسکی حرمت کی حکمت کیا ہے۔ معاشی مسائل کیا ہیں۔ آئینی مسائل کا حل اسلام کی روشنی میں کیسے ہوگا۔؟ مخالفین کو قائلین بنانا اور انکے شبہات کا جواب دینا وقت کا تقاضہ ہے۔

بعض اسلام کی حدود اور تعزیرات پر معترض ہیں، جیسے دروں یا تازیانوں کی سزا یا قطع ید و رجل کی سزا، یہ دور حاضر کے ضروری مسائل ہیں۔ بعض کو عالم آخرت سے انکار ہے۔ عذاب قبر اور اس کا فلسفہ شبہات کی زد میں ہے۔ لوگوں کے ذہن الٹ گئے ہیں۔ ایسا نہ ہو جو ایک عالم کے متعلق مشہور ہے کہ اس نے عذاب قبر پر تقریر کی کہ مردوں کو سانپ، بچھو ڈسیں گے گرزوں سے مارا جائے گا۔ لوگ چیخ اٹھے ایک صاحب نے کہا میں ابھی جا کر حقیقت معلوم کر کے آتا ہوں۔ تو کسی نئے مردہ کی قبر پر رات کو جنگل میں جا بیٹھے پاس ہی سڑک گذر رہی تھی اس زمانہ میں تحصیلدار اور اس طرح کے افسر گھوڑی پر سفر کیا کرتے تھے۔ گھوڑی نے راستہ میں بچہ دیدیا۔ اب یہ حیران کہ بچہ کہاں لے جاؤں۔ ادھر ادھر پھرتا رہا کہ ادھر یہ بیٹھنے والا شخص کھانسنے لگا۔ دیکھا کہ آدمی ہے اور سمجھا کہ کفن کش ہے۔ کہ قبرستان میں چھپ کر بیٹھا ہے تحصیلدار نے زور سے ایک کوڑا لگایا۔ اس نے عذر کیا کہ میں کفن کش نہیں ہوں۔ کہا اچھا، جو بھی ہو، اب اس گھوڑی کے بچہ کو اٹھا کر میرے ساتھ چلو۔ تو بچہ اٹھا کر تحصیلدار کے گھر پہنچا دیا۔ دوسرے ہفتہ مولوی صاحب ... نے پھر وعظ میں عذاب قبر کا ذکر شروع کیا۔ تو اس نے کھڑے ہو کر کہا مولوی صاحب ٹھہرو، عذاب قبر اتنا نہیں، صرف

ایک کوڑا لگتا ہے ۔ اور گھوڑی کا بچہ اٹھانا پڑتا ہے۔

_____ تو علماء کا فرض ہے کہ ضروریات دین کو سمجھا سکیں ، آئینی امور پر ہماری کمیٹی نے لاہور میں میٹنگ کی تو میں نے بھی مفتی محمود صاحب کو کچھ چیزیں نوٹ کرائی تھیں۔ ۱۹۵۳ء کی دستوری سفارشات کے سلسلہ میں کسی نے ایمان و اسلام کی تعریف کی ہمارے ایک بڑے مولوی صاحب نے جو مشاہیر میں سے تھے ایک کتاب سے عربی کی لمبی چوڑی عبارت نقل کر کے دے آئے حالانکہ ہمارا مقابلہ ایسے لوگوں سے ہوتا ہے جو عربی کتابوں کے حوالے نہیں مانتے ، متکلمین کا خطاب تو مسلمانوں سے تھا ہمارے سامنے تو ملحد ہوتے ہیں اس لئے میں نے عرض کیا کہ مولانا عبدالحق صاحب کی تعریف بالکل صحیح ہے۔ اب میں اسے کچھ منظم کرتا ہوں ___ ایمان کے سلسلہ میں علم کلام کے دو مسلّم مشاہیر امام حجۃ الاسلام غزالیؒ اور امام فخرالدین رازیؒ کے خیالات تقریباً ایک ہی ہیں۔

یومنون بالغیب کے تحت ان حضرات نے لکھا ہے۔ کہ :

ھو التصدیق بجمیع ما علم بہ مجیٔ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالضرورۃ اجمالاً وتفصیلاً فی ما علم تفصیلاً ۔

مثلاً علم ، قدرت ، سمع ، بصر اللہ کی صفات ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح ارشاد فرمائے کہ اللہ کا متصف ہونا قطعی ہے۔ اجمال کے درجہ میں ہے۔ اور باقی صفات کا عین یا لاعین ہونا یا غیر ہونا اس کی تفصیلات ہیں۔ اب ترجمہ یہ ہوا کہ ایمان تصدیق کا نام ہے۔ مگر یاد رکھو کہ تصدیق دو قسم ہوتا ہوتا ہے۔ یہاں منطقی تصدیق مراد نہیں جس کا معنی کسی چیز کا "جاننا" ہے۔ وہ تو اضطراری پر بھی صادق آتی ہے۔ اور جو تصدیق میں معتبر ہے۔ وہ اختیاری ہے۔ اس کا معنی ہے جاننے کے بعد ماننا۔ صرف جاننا ایمان نہیں ، ماننا ضروری ہے۔ محمد الرسول اللہ ___ ایک خبر ہے اس کا ایک جاننا ہے ایک ماننا۔ قرآن نے یہود کے بارہ میں کہا : یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم۔ یہ لوگ حضورؐ کو اپنے بچوں سے بھی زیادہ جانتے ہیں۔ پھر وہ کافر تھے۔ کیونکہ جاننے کے باوجود مانتے نہ تھے ___ پھر تصدیق کے متعلقات (یعنی جن کا ماننا ضروری ہے) ضروریات دین ہیں جن سے مراد دین اسلام کی وہ باتیں ہیں جو حضور اقدسؐ نے بیان کیں اور اس کا ثبوت بالکل واضح اور بدیہی ہو۔ مثلاً نماز ، روزہ ، حج ، زکوٰۃ اور جو واضح و قطعی نہ ہوں بدیہی نہ ہوں وہ ضروریات دین نہیں۔ اور ضروریات دین میں یہ بھی ہے کہ ما یعرفھا العامۃ ۔ جسے عام لوگ جان سکتے ہیں۔ اور عوام سے ہی بعض لوگ سارے ناخواندے مراد لے لیتے ہیں جو غلط ہے۔ ہمارے مولوی محمد شریف کشمیری سندھ میں آ رہے تھے۔ ایک وفد آ رہا تھا۔ کسی نے پوچھا کہ تمہارا پیغمبر کون ہے؟

انہوں نے کہا حضرت تلی تو ایسے عوام مراد نہیں. بلکہ انقیاد اور ہیں - اور اسکی تصریح حضرت شاہ صاحب کشمیریؒ نے اکفار الملحدین میں کی ہے ـــ لامن لم یرفع راسہ الی احکام الاسلام ـــ اگر وہ اس راہ کو چھوڑتا ہے تو مخالفت اسی سے معلوم ہو گی کہ وہ ـــ و یتبع غیر سبیل المومنین ـــ کا مصداق ہے. مثلاً ختم نبوت کے مدعی کے ساتھ صحابہ کرامؓ نے جہاد کیا. وہ اگر تاویلات کرتا ہے. تو سبیل المؤمنین کے خلاف ہوا. جبکہ صحابہؓ سب انقیاد رکھتے.

مزید یہ سمجھیں کہ ہر چیز کے تین وجود ہوتے ہیں. ذہنی یا علمی، قولی یا تحریری و تقریری. اور وجود خارجی. اصل تحقق وجود خارجی کا ہے جو آخر میں ہوتا ہے. اس تمہید سے بے حد شبہات اور مشکلات حل ہو جاتے ہیں. ایک انجینئر کسی بلڈنگ کا نقشہ پہلے ذہن میں بناتا ہے. پھر اسے کاغذ کی سطح پر منتقل کرتا ہے. جو قولی یا تحریری وجود ہے. پھر مادی اشیاء سے خارج میں ایک مکمل ڈھانچہ کھڑا کر دیتا ہے. تو ان تینوں وجودوں میں مطابقت بے حد ضروری ہوتی ہے. ورنہ تینوں وجود متضاد ہو کر غلط ہو جائیں گے. مثلاً تحریری تشریح وجود خارجی کے خلاف ہوتی تو دونوں غلط ہو جائیں گی. اگر وجود خارجی قولی وجود کے مطابق نہ ہو گا. تو بگڑ جائے گا. تو متکلمین کہتے ہیں کہ کل ضروریات دین پر اختیاری تصدیق ضروری ہے. یہ ایک موجبہ کلیہ ہوا کسی ایک سے بھی انکار کفر ہو گا. اور موجبہ کلیہ کا نقیض سالبہ جزئیہ ہوتا ہے. کہ اگر ایک فرد بھی نہ مانے. تو کفر ہو گا. تو جتنے اجزاء متکلمین کے اقوال ہوئے قرآن اسکی تشریح کرتا ہے مگر قرآن کہتا ہے. ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الکافرون. تو ما انزل اللہ سب ضروریات دین ہیں اس میں حرمت شراب ـــ ختم نبوت سب مسئلے آجاتے ہیں. جوا بازی، بت پرستی وغیرہ کی حرمت بھی ہے. عبادات کا حکم بھی ہے.

اب اگر ما انزل اللہ کے مفہوم میں اختلاف آجائے، معنی ایک ہے مگر دوسرا کہے کہ نہیں یہ معنی ہے. تو وہ منزل الٰہی کا نقشہ بدلتا ہے. انجینئر کے تحریری نقشے کی شکل تبدیل کرتا ہے. اگر یہ معنی فٹ نہیں ہوتا تو کیسے مانا جا سکتا ہے.؟ قرآن نے تو اس کی تشریح کر دی تھی:

ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الھدیٰ. اور متبین کی مخالفت تو ضروریات دین کی مخالفت ہے. اور غیر متبین ضروریات دین میں سے نہیں. آگے فرمایا: ویتبع غیر سبیل المومنین. مومنین کا راستہ چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کرتا ہے. یہ بھی ایک معیار ہے کہ صحابہ کرامؓ قوانین؟ حسنات میں بررۃ انقیاد ہیں. ان کے ہاں کے متعارف معانی چھوڑتا ہے. تو یہ رسول کی مخالفت. و شقاق کا معیار ہو گا. تو دیکھنا چاہیے کہ کیا نعوذ باللہ صحابہ کرامؓ میں بھی ختم نبوت کا کوئی منکر تھا. شراب اور جوا بازی کسی نے حلال ٹھہراتے، کسی نے زنا درست سمجھا.؟ اگر نہیں اور پھر بھی حرام جان کر کرے گا. تو فسق ہو گا. اور اگر اسے حلال سمجھے گا تو کفر

ہو گا۔ ـــــ رہ گیا قادیانیوں کا مسئلہ تو یہ تو بالکل آسان ہے۔ ابھی پچھلے دنوں ایم ایم احمد مرزائی نے عدالت میں کہا تھا کہ جو میرے دادا کو نہیں مانتے وہ سب کافر ہیں۔ تو جب مرزائیوں کے عقیدے میں باقی سب مسلمان کافر ہیں تو وہ خود کیسے مسلمان رہ سکتے ہیں۔

ـــــ تو آئین بناتے وقت صدر صاحب سے کہنا چاہیئے کہ اب یا تو مرزائیوں کی بات مان لو، یا ہماری بات مان لو۔ اس کے جواب میں ایک حیلہ جوئی کی جاتی ہے۔ کہ جو اپنے آپ کو مسلمان کہے وہ مسلمان ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ دو آدمی ہیں، ایک اصل تھانیدار ہے۔ دوسرا جعلی اور نقلی، جس نے رقم بٹورنے کے لئے تھانیداری کا حلیہ اختیار کیا۔ دیہات میں جاجا کر لوگوں کو دھوکا دیتا ہے۔ اسی طرح ایک اصلی تحصیلدار ہے۔ ایک جعلی اور مصنوعی۔

اب ان انگریزی خواں مسٹروں سے پوچھئے کہ یہ سخاوت اور فیاضی اس معاملہ میں کیوں نہیں۔؟ کہ جو اپنے آپ کو تھانیدار اور تحصیلدار کہے اُسے وہی سمجھو جب۔ اس سے ڈگری مانگتے ہو تب وکیل کو پریکٹس کی اجازت دیتے ہو۔ تو ایمان اور مسلمان ہونے کے لئے کیوں ڈگری ضروری نہیں، ایک شخص چپڑاسی ہونے کا غلط دعویٰ تو نہ کر سکے۔ مگر ہر شخص کو مسلمان کہنے کی اجازت ہو نہ اہلیت نہ ڈگری نہ شرائط۔ تو ظالمو! ایمان اور اسلام کے ساتھ یہ مذاق کیوں کرتے ہو کہ اس کے لئے نہ پرائمری پاس ضروری ہے نہ مڈل نہ میٹرک، اور یہ مذاق اور تمسخر اس اسلام سے کرتے ہو جس کے بارہ کروڑ فرزندوں نے تمہیں یہ پاکستان بنا کے دیا اور ایک نظریاتی بنیاد ہی پر یہ ملک بنا۔ روس اشتراکیت کا قائل ہے، تو اس نظریہ کے مخالف کسی شخص کو ملک کا اہم عہدہ نہیں دیا جاتا۔ تو جو لوگ یہاں کی دستوری اساس سے متفق نہیں ہوں گے، وہ ملک کے اہم مناصب پر کیسے فائز ہو سکیں گے۔

بلوچستان میں ایک فرقہ ہے، ذکری، جو نماز حج روزہ کا منکر ہے۔ محمد اٹکی اس کے داعی ہیں، اسکی تعریف میں لوگ گاتے ہیں۔ ذکران فرقہ نماز کا بھی منکر ہے۔ اس کی جگہ ذکر کرتے ہیں۔ کچھ بلوچی اشعار فارسی میں اپنی تعریف میں نوجوان لڑکی سے حج میں کہلواتا تھا کہ وہ مراد ایک پہاڑ ہے۔ وہاں ذی الحجہ کے ایام میں حج کرنے جاتے تھے۔ یہ محمد اٹکی کے غائب ہونے کی جگہ تھی۔ سنا ہے کہ ۲۰ ہزار ذکری لوگ تو کراچی میں تھے۔ میں جب تلاوت وغیرہ کا وزیر قانون ہوا، تو شرعی عدالتوں کو حکم دیا کہ کوئی عدالت ذکری شخص کی شہادت مسلمان کے خلاف نہ لے۔ اس وقت مرکز کے وزیر قانون اسی بزنجو کے بردی تھے۔ ان لوگوں نے فریاد کی کہ وزیر معارف نے ظلم کیا۔ بروہی صاحب نے مجھے خط لکھا کہ اسلام میں مساوات ہے۔ براہ کرم آپ اپنے فیصلہ پر نظر ثانی کریں۔ میں نے بھی مختصراً جواب لکھا کہ نظر ثانی کا معنی ترک اسلام

ہے۔ جس کے لئے میں کیا کوئی ادنیٰ مسلمان بھی تیار نہیں۔ فقط والسلام۔

جواب پہنچا تو دوسرا خط بھیجا کہ میں اتنا چاہتا ہوں کہ قرآن و سنت میں ایسی کوئی دلیل ہے کہ ذمی کی کوئی شہادت مسلمان کے خلاف معتبر نہ ہو، میں نے جواب میں اور آیات کے ساتھ یہ آیت بھی لکھی کہ ولن یجعل اللہ للکافرین علی المومنین سبیلا۔ نیز فقہی حکم ، ولا تقبل شہادۃ الکافر علی المومن۔ کی تفصیل بھی لکھی۔ انہوں نے پھر لکھا کہ نقلی دلائل تو معلوم ہوئے۔ اگر عقلی دلائل بھی بطور استفادہ معلوم ہو جائیں تو مزید تشفی ہو سکے گی۔ میں نے جواب میں لکھا کہ اسلامی نقطۂ نظر سے گواہی ایک عہدہ ہے شہادت کی اہلیت کا عہدہ ، اور ہر عہدہ اور ہر عہدہ کے لئے ایک ڈگری کی ضرورت ہے۔ تو اس کے لئے بھی اسلام نے اوّلین شرط مومن ہونا لگائی ہے۔ اور یہ کہ شہادت کیلئے ایک حکومتی عہدہ ہے۔ میں نے لکھا ہے، کہ حکومت نفع و ضرر کے اختیار کو کہتے ہیں۔ اور شہادت سے چاہے تو مدعی کو ۲ ہزار روپے نفع اور مدعی علیہ کو ۲ ہزار نقصان پہنچا دیا جاتا ہے۔ کسی کو شہادت سے پھانسی دیدی جاتی ہے۔ کیا اتنے بڑے ضرر اور نفع کا اختیار حکومت کا شعبہ نہیں ؟

پھر انہوں نے پوچھا کہ تسلی تو ہو گئی مگر یہ دلیل کسی کتاب میں بھی ہے ؟ میں نے لکھا کہ یہ تو فقہ کی بنیادی کتاب ہدایہ میں بھی ہے کہ لان الشہادۃ من باب الولایۃ۔ یعنی اس لئے کہ گواہی حکومت کے باب میں سے ہے۔ اگر کوئی قانون دان ہدایہ بھی نہ سمجھے تو میں کیا کروں —— تو ایمان شرط ہے۔ اور یہ تو اسلام کے دستور کی اساسی باتیں ہیں۔ ان الحکم الا للہ (توحید فی الحاکمیۃ)

الغرض پاکستان سے قلات وغیرہ کا الحاق ہوا تو وہی قانون نافذ کرنے کی کوشش کی گئی جو انگریز سے ترکہ میں ملا تھا۔ اور موجودہ انگریزی نظام عدالت جو اس ملک میں جاری ہے۔ یہ انگریزی کمپنی نے شاہ عالم بادشاہ کو اجارہ پر دیا تھا کہ سال میں اتنے دن ہمارا اور باقی آپ کا۔ اور اجارہ میں یہ شرط کہ قانون بھی ہم بنائیں گے۔ ضابطہ دیوانی ضابطہ فوجداری، تعزیرات ہند، بنانے والے بھی انگریز تھے، انہوں نے قانون ایسا پیچیدہ بنایا کہ مقدمہ جتنا لمبا اور طویل ہوگا ہمارا فائدہ ہوگا۔ اب ہم نے اس لعنتی قانون کی دم پکڑ رکھی ہے۔ اس لئے کہ ملا سے بیر ہے۔ بالفاظ دیگر مولیٰ سے دشمنی ہے۔ حالانکہ قانون ایسا بنایا گیا کہ انصاف کا حصول ناممکن

باقی صفحہ ۹ پر

لہ اس سے معلوم ہوا کہ کسی اسلامی مملکت کی امارت وحکومت جو ولایت عامہ ہے، کیلئے مسلمان ہونا کتنا لازمی شرط ہے۔ اس طرح دیگر کلیدی مناصب کیلئے بھی جو مسلمانوں کو نفع و ضرر پہنچانے کے کلیدی دروازے ہیں۔ آج اتنی بدیہی بات منوانے کے لئے بھی مسلمانوں کی سلطنت میں علماء کو کتنی جدوجہد کرنی پڑ رہی ہے۔

(سمیع الحق)

شاہ عبد القادرؒ

کے ترجمہ قرآن کی

خصوصیات

از قلم۔ حضرۃ مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی۔ کیمبل پور

اللہ تعالیٰ نے برصغیر کے ممتاز عالم باعمل شاہ ولی اللہ دہلوی قدس سرہ پر جو انعامات و اکرامات فرمائے ہیں ان میں سے بڑا کرم و لطف قرآن فہمی اور علوم قرآنیہ کی اشاعت ہے۔ خداوند قدوس نے حضرت شاہ صاحب کو اس ملک میں سب سے پہلے فارسی زبان میں ترجمۃ القرآن کرنے اور اسکو شائع کرنے کی سعادت بخشی۔ پھر یہ دولت آپ کے صاحبزادوں پر نچھاور کر دی۔ چنانچہ آپ کے سب صاحبزادوں نے ترجمہ کی سعادت حاصل کی۔ ان میں سے مشہور ترین ترجمہ حضرت شاہ عبد القادر نور اللہ مرقدہٗ کا ہے۔ اسکی قبولیت اور جامعیت کے لئے اسی قدر کافی ہے کہ آج تک برصغیر میں اسی ترجمہ کو استناد کا درجہ حاصل رہا ہے۔ جلیل القدر مفسرین کرام نے اسی کو مشعل راہ بنایا ہے۔ احقر نے اس ترجمہ جلیل کو جب بھی دیکھا کتاب اللہ کے معارف سے لبریز پایا۔ اس مختصر سے مضمون میں چند خصوصیات کو طلبائے علوم قرآنیہ کے لئے پیش کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرماویں۔

حضرت شاہ صاحب کے ترجمۂ قرآن کی خصوصیات تو بہت زیادہ ہیں۔ مگر خلاصہ کے طور پر ان کو تین خصوصیات میں منحصر کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ لغت سے معانی کا استخراج بر مناسب محل و مقام۔

۲۔ تخریجات سے معانی کا ربط اور تعین۔

۳۔ ترجمہ میں بنیادی عقائد کا ملحوظ رکھنا۔

لغت سے معانی کے استخراج کی چند مثالیں درج ذیل ہیں۔

(الف) ارشاد قرآنی ہے: وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا (سورۃ اسراء ع۲۶) اس کا ترجمہ حضرت شاہ صاحب نے فرمایا: اور مت اڑا بکھیر کر۔ اسراف اور تبذیر میں فرق کو ظاہر کیا گیا ہے۔ اور ساتھ تبذیر کے

معنی میں لغت کا پورا پورا لحاظ رکھا گیا۔ تبذیر بذر سے مشتق ہے۔ بذر کا معنی بیج ہے۔ جب کسی چیز کا بیج پورے احتیاط سے قابلِ زراعت زمین میں بویا جائے تو وہ اُگتا ہے۔ اس سے فائدہ مطلوبہ حاصل ہو جاتا ہے۔ اور اگر بیج کو بونے کا ارادہ ہی نہ ہو بلکہ اس کو یوں ہی بکھیر دیا جائے تو اس سے فائدہ مطلوبہ حاصل نہیں ہوتا۔۔۔ چنانچہ مبذرین جہاں خرچ کرنے کی جگہ ہو وہاں تو خرچ نہیں کرتے۔ اور جہاں خرچ کرنے سے روک دیا گیا ہے وہاں خرچ کرنا فخر سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ سورۂ بقرہ آیت ۲۶۸ انفاق سبیل اللہ کے ذکر میں ارشاد فرمایا: اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ وَیَاْمُرُکُمْ بِالْفَحْشَاءِ۔ یعنی جب فی سبیل اللہ دینے کا موقع ہوتا ہے تو شیطان ڈراتا ہے۔ مال کم ہو جائے گا۔ لیکن وہی شیطان بے حیائی کے کاموں پر بے دریغ خرچ کرنے کا حکم دیتا ہے۔

(ب) ارشادِ قرآنی ہے: وَهَمَّتْ كُلُّ أُمَّةٍ بِرَسُولِهِمْ۔ (سورۃ المومن ۵) اس کا ترجمہ شاہ صاحب نے فرمایا۔ اور ارادہ کیا ہر امت نے اپنے رسول پر حرف "با" کا متداول معنی تو ہی ہے۔ مگر قاعدہ عربیہ حروف الجر یقوم بعضہا مقام بعض۔ کے لحاظ سے یہاں حرف "با" کا معنی علیٰ کا فرمایا۔ تاکہ امت دعوت کی نافرمانی اور حد سے زیادہ سرکشی واضح ہو جائے۔ اسی سورۃ کی آیت ۱۷ میں فرمایا: اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا كَسَبَتْ۔ اس کا ترجمہ شاہ صاحب نے یوں فرمایا: آج بدلہ پاوے گا ہر جی جیسا کمایا۔۔۔ اس آیت میں شاہ صاحب نے "ما" کو موصولہ نہیں بلکہ "ما" کو موصوفہ بنا کر "با" کو عوض کے معنی میں فرما دیا۔ جیسا کہ ہمارا عقیدہ ہے۔ جزاء عین عمل ہے۔ اگر یوں فرماتے اس کا بدلہ پاوے گا جو کمایا تو اس میں گہرائی اور جامعیت نہ ہوتی۔

اسی کے ضمن میں حضرت شاہ صاحب قدس سرہٗ العزیز نے اس امر کا التزام فرمایا ہے کہ ایک ہی کلمہ جو متعدد آیات میں آیا ہے۔ اس کا معنی لغوی محل اور موقع کے لحاظ سے فرمایا ہے۔ مثلاً:

قرآنِ حکیم میں اَلصّٰبِرِیْنَ۔ کا کلمہ کئی آیات میں آیا ہے۔ سورہ بقرہ ۱۵۵ میں ابتلاء کے ذکر میں آیا شاہ صاحب نے یہاں ترجمہ ثابت رہنے والوں کو فرمایا کہ پریشانیوں سے گھبرائے نہیں جزع فزع نہیں کی بلکہ اپنے یقین اور اعتماد علی اللہ پر ثابت رہے۔ اور اسی کلمہ وَالصّٰبِرِیْنَ۔ کا جو کہ سورہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آیت ۳۱ میں فرمایا۔ ترجمہ اور ٹھہرنے والے فرمایا۔ کہ یہ لوگ میدان کارزار میں ٹھہر گئے۔۔۔ الفرار من الزحف۔ سے محفوظ رہے۔ علیٰ ہذا القیاس قرآن حکیم الزکوٰۃ کا کلمہ کئی جگہ آیا ہے۔ مگر ہر جگہ الگ الگ معانی مراد سے ترجمہ فرمایا۔ اکثر مقامات پر زکوٰۃ ہی ترجمہ فرمایا۔ جو کہ ارکانِ اسلام میں سے ملیا در عبادت مالی ہے۔ مگر آیت ۳۹ سورہ الروم میں لفظ زکوٰۃ کا معنی پاک دل فرمایا۔ کیونکہ جو انفاق فی سبیل اللہ ان مشروط اور قواعد کے ساتھ ہو جن سے اخلاص اور للہیت پیدا ہوتی ہے۔ وہی تو اجر و ثواب میں کئی گنا

بڑھے گا۔ جیساکہ سورہ بقرہ آیت ۲۶۵ میں ارشاد فرمایا: وَمَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيتًا مِّنْ أَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ أَصَابَهَا وَابِلٌ فَآتَتْ أُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ۔ اس ارشادِ گرامی میں تثبیتاً من انفسھم اور زکوٰۃ کا مفہوم تقریباً ایک ہی ہے۔ اسی طرح روح کا کلمہ قرآن مجید میں کئی آیات میں آیا ہے۔ مگر ہر آیت کے سیاق و سباق کے لحاظ سے معانی علیحدہ علیحدہ ہیں۔ ارشاد فرمایا: قل الروح من امر ربی۔ سورہ اسراء ۸۵ میں ترجمہ فرمایا تو کہہ روح ہے میرے رب کے حکم سے۔ اور سورۃ المومن آیت ۱۵ میں فرمایا: یُلْقِی الرُّوحَ مِنْ اَمْرِہٖ۔ حضرت شاہ صاحب نے ترجمہ فرمایا: اتارتا ہے بھید کی بات اپنے حکم سے اس آیت میں آپ نے لفظ روح کا ترجمہ بھید کی بات کرکے نہایت لطافت اور قرآنی بلاغت کو ظاہر فرمایا۔ روح اور وحی میں کئی وجوہ سے مناسبت ہے۔ یہاں بھید سے مراد وحی ہے۔ اور سورۃ الشوریٰ کی آیت ۵۲ میں فرمایا وکذلک اوحینا الیک روحاً من امرنا۔ اس کا ترجمہ حضرت شاہ صاحب نے فرمایا: اور اسی طرح بھیجا ہم نے تیری طرف ایک فرشتہ اپنے حکم سے۔ اس آیت میں آپ نے لفظ روح کا ترجمہ فرشتہ فرمایا کہ پہلے وحی کے متعلق ارشاد چلا آرہا ہے۔ اسی سلسلہ میں مزید ایک مثال عرض کی جاتی ہے۔ رکوع کا کلمہ قرآن حکیم میں کئی آیات میں ارشاد فرمایا۔ مگر اکثر جگہ تو آپ نے اس کا ترجمہ وہی متبادر ترجمہ فرمایا جو ارکان نماز میں سے ایک رکن ہے۔ سورۂ بقرہ کی آیت ۴۳ میں فرمایا: وارکعوا مع الراکعین۔ اس کا ترجمہ فرمایا: اور جھکو ساتھ جھکنے والوں کے۔ مگر اسی کلمہ کا ترجمہ سورہ المائدہ آیت ۵۵ میں فرمایا: انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین آمنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ ویؤتون الزکوٰۃ وھم راکعون۔ اس کا ترجمہ حضرت شاہ صاحب نے یوں فرمایا: اور وہ ہیں یعنی زکوٰۃ دیتے وقت ان میں غرور نہیں آتا۔ بڑھائی نہیں آتی۔ بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے عاجزی کرتے ہیں۔ کیونکہ استکبار، غرور یہ تو مکذبین کی علامت ہے۔ اس لئے مکذبین کی ایک ... علامت یہ بھی فرمائی: واذا قیل لھم ارکعوا لا یرکعون۔ (المرسلٰت ۴۸) اس کا ترجمہ فرمایا: اور جب کہیے ان کو نہیں ——— قرآن عزیز میں ایسی مثالیں بہت زیادہ ہیں۔ چند پر اکتفاء کیا گیا۔

دوسری خصوصیت تعلیقات سے معانی کا ربط اور تعین ہے۔ اس میں حضرت شاہ صاحب قدس سرہ نے کامل احتیاط اور قواعد تفسیر کو پوری طرح ملحوظ فرمایا ہے۔ چند مثالیں درج ذیل ہیں:

۱۔ سورہ المائدہ (آیت ۶۰) بنی اسرائیل کے ایک گروہ کی دنیاوی سزا کو ذکر فرمایا: مَنْ لَعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوتَ۔ اس آیت میں

عَبَدَ الطَّاغُوْتَ ۔ کا ترجمہ حضرت شاہ صاحب نے پوجنے لگے شیطان کو ۔ فرمایا ۔ اگر آپ اس کا ترجمہ یوں فرماتے جیسا کہ اکثر مترجم نے کیا ہے کہ پوجنے والے شیطان کے ۔ تو اس میں کافی الجھن پیدا ہو جاتی اور اس اشکال کو حل کرنے کی ضرورت رہتی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بت پرست بنایا ۔ پوجنے ترجمہ فرمانے سے اب مسئلہ حل ہو گیا کہ وہ اپنے اعمال بد کی سزا میں اس قدر بدبخت ہو گئے کہ شرک کی دلدل میں پھنس گئے ۔

۲ ۔ سورہ ابراہیم آیت ۱۳ میں نافرمان قوموں کا قول یوں ارشاد فرمایا : اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِیْ مِلَّتِنَا اس کا ترجمہ حضرت شاہ صاحب نے یوں فرمایا ۔ یا پھر آؤ ہمارے دین میں ۔ عَوْد کا متبادر اور متداول معنیٰ یہ ہے کہ جہاں سے گیا وہاں ہی لوٹ آئے تو اگر اس آیت کا ترجمہ یوں فرماتے : پھر لوٹ آؤ ۔ تو یہ شبہ ہو سکتا تھا کہ شاید انبیاء علیہم السلام اعطاء نبوت اور رسالت سے قبل ملت کفر کے پیروکار تھے ۔ حالانکہ ہر نبی علیہ السلام قبل از اعطاء نبوت بھی شرک کفر بلکہ کبائر سے محفوظ ہوتا ہے ۔ اسی طرح سورہ العنکبوت آیت ۲۶ میں فرمایا : فَآمَنَ لَهٗ لُوْطٌ ۔ جس کا ترجمہ جناب شاہ صاحب نے فرمایا ۔ پھر مانا اس کو لوط نے ۔ حالانکہ لفظ ایمان کا متداول معنیٰ اصطلاحی طور پر خصوصاً دعوت کے سلسلے میں ایمان لانا نبی کی نبوت پر اور خداوند قدوس کی وحدانیت پر لیا گیا ہے ۔ اگر اس آیت کا معنیٰ یوں کہا جاتا ہے ۔ ایمان لایا لوط علیہ السلام ۔ تو وہی مذکورہ بالا اشکال پیدا ہو سکتا تھا ۔

۳ ۔ سورہ اسراء آیت ۱۶ میں فرمایا : وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ ۔ الآیۃ ۔ یہ آیت ان آیات میں سے ہے جن میں علماء تفسیر نے کافی غور و خوض کیا اور اس کا حل تلاش کرنے کی سعی کی کہ آیت کا مفہوم بھی صحیح متعین ہو جائے ۔ اور عقائد کے لحاظ سے کوئی خامی بھی باقی نہ رہے ۔ احقر نے بھی اس جگہ کو سمجھنے کی بڑی کوشش کی ۔ مگر یہاں بھی اپنی جہالت ہی نے گل کھلائے مگر ناامید نہ ہوا اور بار بار اسی ترجمہ کی زیارت کرتا رہا ۔ آخر عقدہ حل ہو گیا ۔ (الحمد للہ) حضرت شاہ صاحب قدس سرہٗ العزیز نے اس کا ترجمہ یوں فرمایا ہے ۔ حکم بھیجا ان کے عیش کرنے والوں کو ، پھر انہوں نے بے حکمی کی اس میں ۔ اس ترجمہ میں حضرت شاہ صاحب اعلی اللہ مقامہ نے حکم بھیجا ، اور بے حکمی کی ۔ فرما کر سارا مسئلہ حل فرما دیا یعنی ان عیش والوں کو حکم بھیجا ۔ اللہ تعالیٰ نے عیش چھوڑنے اور اپنی اطاعت کا مگر انہوں نے بے حکمی کی اس حکم کو قبول نہ کیا اور عیش پرستی میں محو رہے آخر عذاب کا شکار ہو گئے ۔ اب اس ترجمہ سے جو بالکل درست اور سیاق و سباق کے لحاظ سے صحیح ہے تکوینی اور تشریعی بحثوں میں پڑنے کی ضرورت نہیں کہ اللہ تعالیٰ فاسقوں کو کیوں حکم بھیجا عیاشی کا ۔ ۔ ۔ ۔ اسی طرح حضرت شاہ صاحب

قدس سرہٗ العزیز تمام آیات کو باحسن وجوہ حل فرمایا ہے۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء۔

تیسری بڑی خصوصیت حضرت کے ترجمہ کی یہ ہے کہ وہ عقائد کو پورا پورا ملحوظ رکھتے ہیں، جیساکہ

۱۔ سورۃ النساء آیت ۱۱۳ میں امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا۔ اس کا ترجمہ حضرت شاہ صاحب نے یہ فرمایا: اور تجھ کو سکھایا جو تو نہ جان سکتا۔ حالانکہ اکثر مترجمین حضرات نے یوں ترجمہ فرمایا: جو تو نہ جانتا تھا۔ یہ دوسرا ترجمہ نہ تو مقام نبوت کے مطابق ہے۔ اور نہ ہی علوم نبوت کی ترجمانی کرتا ہے۔ کیونکہ نفس علم تو سب انسانوں کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے۔ جیساکہ فرمایا: یعلمکم ما لم تکونوا تعلمون۔ بقرہ وغیرہا سُوَر میں انعامات خداوندی کا یوں ہی ذکر فرمایا۔ مگر جناب شاہ صاحب نے نہ جان سکتا، ترجمہ فرما کر علوم نبوت کی ترجمانی فرمادی (جزاہم اللہ احسن الجزاء) کہ سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اگر رسالت اور نبوت عطا نہ ہوتی اور آپ کسبی طور پر دنیا بھر کے علوم بھی حاصل کر لیتے تو ان علوم کے ذریعہ سے یا اپنی محنت اور کاوش سے ان علوم کا ایک ذرہ بھی حاصل نہ ہو سکتا جو وحی کی وساطت سے آپ کو عطا ہوئے۔ چنانچہ ساتھ ہی ارشاد فرمایا: وکان فضل اللہ علیک عظیما۔ یہ فضل عظیم علوم نبوت اور علوم رسالت کا اعطاء ہے۔

۲۔ اسی طرح سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ رفیع کو بیان کرتے ہوئے۔ سورۃ احزاب ۴۰ میں فرمایا: ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین وکان اللہ بکل شیٔ علیما۔ حضرت شاہ صاحب نے خاتم النبیین کا ترجمہ یوں فرمایا: اور مہر سب نبیوں پر۔ اس ترجمہ میں پر کا کلمہ فرما کر ختم نبوت کا مطلب بالکل واضح فرما دیا۔ یعنی جو دروازہ ارسال رسالت اور عطاء نبوت کا کھلا ہوا تھا۔ اس پر اب مہر لگا دی گئی ہے۔ اب وہ توڑا نہیں جا سکے گا۔

اور صرف آپ ہی کو کیوں خاتم النبیین بنایا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی اپنی مرضی ہے۔ وہ سب کچھ جانتا ہے جسے نبی بنانا تھا بنا دیا جسکو خاتم النبیین بنانا تھا بنا دیا۔ صلی اللہ علیہم وسلم۔

طلباء ترجمۃ القرآن اگر ان خطوط پر قرآنِ مجید کا ترجمہ سمجھنے کی کوشش کریں گے۔ تو اس کے لئے حضرت شاہ عبدالقادر قدس سرہٗ العزیز کا ترجمہ سب سے بہتر رہنما ثابت ہوگا۔ والعلم عند اللہ۔

الحق میں اشتہار دے کر اپنی تجارت کو فروغ دیں

کائنات
خدا کی گواہی دیتی ہے

عرصہ ہوا کیرالا کے عیسائی مشن نے ایک کتابچہ شائع کیا تھا جس کا نام تھا :

(MARME AND SCIENCE SPEAK ABOUT GOD)

اس باب کے عنوان کے لئے میں سمجھتا ہوں کہ یہ الفاظ موزوں ترین ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ خدا کا سب سے بڑا ثبوت اس کی وہ مخلوق ہے جو ہمارے سامنے موجود ہے۔ فطرت اور اس کے بارے میں ہمارا بہترین علم پکار رہا ہے کہ بیشک اس دنیا کا ایک خدا ہے۔ اس کے بغیر ہم کائنات کو اور اپنے آپ کو سمجھ نہیں سکتے۔

کائنات کی موجودگی، اس کے اندر حیرت انگیز تنظیم اور اس کی اتھاہ معنویت کی اس کے سوا کوئی توجیہ نہیں ہو سکتی کہ اس کو کسی نے بنایا ہے۔ اور یہ بنانے والا ایک لامحدود ذہن ہے۔ نہ کوئی اندھی طاقت۔

فلسفیوں میں سے ایک گروہ، نہایت مختصر گروہ ایسا ہے جو کسی قسم کے وجود ہی میں شک کرتا ہے۔ اس کے نزدیک نہ یہاں کوئی انسان ہے اور نہ کوئی کائنات۔ بس ایک عدم محض ہے اس کے سوا اور کچھ نہیں۔ اگر اس نقطۂ نظر کو صحیح مان لیا جائے تو یقیناً خدا کا وجود مشتبہ ہو جاتا ہے۔ لیکن جیسے ہی ہم کائنات کو مانتے ہیں، ہمارے لئے ضروری ہو جاتا ہے کہ ہم خدا کو مانیں۔ کیونکہ عدم سے وجود کا پیدا ہونا ایک ناقابل قیاس بات ہے۔

جہاں تک اس مخصوص قسم کی تشکیک اور لاادریت کا تعلق ہے، وہ ایک فلسفیانہ نکتہ تو ہو سکتا ہے، مگر اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ جب ہم سوچتے ہیں، تو ہمارا سوچنا خود اس بات کا ثبوت ہوتا ہے کہ ہمارا کوئی وجود ہے۔ جب راستہ چلتے ہوئے کسی پتھر سے ٹکراتے ہیں۔ اور ہمیں تکلیف ستانے لگتی ہے۔ تو یہ واقعہ اس بات کا ثبوت ہوتا ہے کہ ہمارے باہر کوئی دنیا ہے جس کا اپنا وجود ہے۔

اسی طرح ہمارا ذہن اور ہمارے تمام حواس ہر آن بے شمار چیزوں کو محسوس کرتے ہیں۔ اور یہ علم و احساس ہر شخص کے لئے اس بات کا ایک ذاتی ثبوت ہے کہ وہ ایک ایسی دنیا میں ہے جو واقعی طور پر اپنا وجود رکھتی ہے۔ اب اگر کسی کا فلسفیانہ تفکر اس کے لئے دنیا کے وجود کو مشتبہ کر دیتا ہے۔ تو یہ ایک ایسی مستثنیٰ حالت ہے جو کروڑوں انسانوں کے تجربات سے غیر متعلق ہے۔ ایسے شخص کے بارے میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ وہ اپنی مخصوص قسم کی ذہنی فضا میں گم ہو گیا ہے۔ یہاں تک کہ اپنے آپ سے بھی بے خبر ہو گیا ہے۔

اگرچہ کائنات کا موجود نہ ہونا بذات خود اس بات کا کوئی لازمی ثبوت نہیں ہے۔ کہ خدا بھی موجود نہ ہو۔ تاہم اپنی انتہائی لغویت کے باوجود یہی ایک نقطۂ نظر ہے، جس کے لئے خدا کا وجود مشتبہ ہو سکتا ہے۔ مگر یہ نقطۂ نظر خود اتنا بے معنی ہے کہ آج تک نہ تو عام انسانوں کے لئے وہ قابل فہم ہو سکا۔ اور نہ علمی دنیا میں اسکو قبول عام حاصل ہوا ہے۔ عام انسان اور عام اہل علم بہر حال اس واقعہ کو تسلیم کرتے ہیں کہ ان کا اپنا ایک وجود ہے۔ اور کائنات بھی اپنا ایک وجود رکھتی ہے۔ سارے علوم اور زندگی کی تمام سرگرمیاں اسی علم و یقین کی بنیاد پر قائم ہیں۔

پھر جب ایک کائنات ہے تو لازماً اس کا ایک خدا ہونا چاہئے۔ یہ بالکل بے معنی بات ہے۔ ہم مخلوق کو مانیں مگر خالق کا وجود تسلیم نہ کریں۔ ہمیں کسی بھی ایسی چیز کا علم نہیں جو پیدا کئے بغیر وجود میں آگئی ہو۔ ہر چھوٹی بڑی چیز لازمی طور پر اپنا ایک سبب رکھتی ہے۔ پھر اتنی بڑی کائنات کے بارے میں کیسے یہ یقین کیا جا سکتا ہے۔ کہ وہ یونہی وجود میں آگئی۔ اس کا کوئی خالق نہیں۔

جان اسٹوارٹ مل (STUART MILL) نے اپنی آٹو بیاگرافی میں لکھا ہے کہ میرے باپ نے مجھے یہ سبق دیا کہ یہ سوال کہ کس نے مجھے پیدا کیا (WHO MADE ME) خدا کے اثبات کے لئے کافی نہیں ہے۔ کیونکہ اس کے بعد فوراً دوسرا سوال پیدا ہوتا ہے کہ خدا کو کس نے پیدا کیا ——— (WHO MADE GOD) چنانچہ برٹرینڈرسل نے بھی اسی اعتراض کو تسلیم کرتے ہوئے محرک اول کے استدلال کو رد کر دیا ہے۔

THE AGE OF ANALYSIS BY MORT ON WHITE 21-22.

یہ منکرین خدا کا بہت پرانا استدلال ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کائنات کا اگر کوئی خالق مانیں تو اس خالق کو لازمی طور پر ازلی ماننا پڑے گا۔ پھر جب خدا کو ازلی مانتا ہے۔ تو کیوں نہ کائنات ہی کو ازلی مان لیا جائے۔ اگرچہ یہ بالکل بے معنی بات ہے۔ کیونکہ کائنات کی کوئی ایسی صفت ہمارے علم میں نہیں آئی ہے جس کی بنا پر اسکو خود اپنا خالق فرض کیا جا سکے۔ تاہم انیسویں صدی تک منکرین کی اس دلیل میں ایک ظاہر

زیب حسن مزید موجود تھا۔ مگر اب حرکیات حرارت کے دوسرے قانون Second Law of Thermodynamics کے انکشاف کے بعد تو یہ دلیل بالکل بے بنیاد ثابت ہو چکی ہے۔

یہ قانون جسے ضابطہ ناکارگی (Law of Entropy) کہا جاتا ہے۔ ثابت کرتا ہے کہ کائنات ہمیشہ سے موجود نہیں ہو سکتی۔ ضابطہ ناکارگی بتاتا ہے کہ حرارت مسلسل با حرارت موجود سے بے حرارت وجود میں منتقل ہوتی رہتی ہے۔ مگر اس چکر کو الٹا چلایا نہیں جا سکتا کہ خود بخود یہ حرارت کے وجود سے زیادہ حرارت کے وجود میں منتقل ہونے لگے۔ ناکارگی دستیاب توانائی (AVAILBLE ENERGY) اور غیر دستیاب توانائی (UN AVAILBLE ENERGY) کے درمیان تناسب کا نام ہے۔ اور اس بنا پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس کائنات کی ناکارگی برابر بڑھ رہی ہے۔ اور ایک وقت ایسا آنا مقدر ہے جب تمام موجودات کی حرارت یکساں ہو جائے گی اور کوئی کارآمد توانائی باقی نہ رہے گی۔ اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ کیمیائی اور طبعی عمل کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اور زندگی بھی اسی کے ساتھ ختم ہو جائے گی۔ لیکن اس حقیقت کے پیش نظر کہ کیمیائی اور طبعی عمل جاری اور زندگی کے ہنگامے قائم ہیں۔ یہ بات قطعی طور پر ثابت ہو جاتی ہے کہ کائنات ازل سے موجود نہیں ہے۔ ورنہ اخراج حرارت کے لازمی قانون کی وجہ سے اس کی توانائی کبھی کی ختم ہو چکی ہوتی۔ اور یہاں زندگی کی ہلکی سی رمق بھی موجود نہ ہوتی۔

اس جدید تحقیق کا حوالہ دیتے ہوئے ایک امریکی عالم حیوانات EDWARD LUTHER KESSEL لکھتا ہے:

> "اس طرح غیر ارادی طور پر سائنس کی تحقیقات نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ کائنات اپنا ایک آغاز (BEGINING) رکھتی ہے۔ اور ایسا کرتے ہوئے اس نے خدا کی صداقت کو ثابت کر دیا ہے۔ کیونکہ جو چیز اپنا ایک آغاز رکھتی ہو وہ اپنے آپ شروع نہیں ہو سکتی یقیناً وہ ایک محرک اول، ایک خالق، ایک خدا کی محتاج ہے۔"

THE EVIDENCE OF GOD. P-51

یہی بات سر جیمز جینز نے ان الفاظ میں کہی ہے:

> "موجودہ سائنس کا یہ خیال ہے کہ کائنات میں ناکارگی کا عمل (ENTROPY) ہمیشہ جاری رہے گا۔ یہاں تک کہ اس کی توانائی بالکل ختم ہو جائے۔ یہ ناکارگی ابھی اپنے آخری درجہ کو نہیں پہنچی ہے۔ اگر ایسا ہو گیا ہوتا تو ہم اس کے متعلق سوچنے کے لئے موجود نہ ہوتے یہ ناکارگی اس وقت بھی تیزی کے ساتھ بڑھ رہی ہے۔ اور اس بنا پر اس کا ایک آغاز ہونا

ضروری ہے ، کائنات میں لازماً اس قسم کا کوئی عمل ہوا ہے جسکو ہم ایک وقت خاص میں تخلیق (CREATION AT A TIME) کہہ سکتے ہیں ۔ نہ یہ کہ وہ لامتناہی مدت سے موجود ہے ۔" THE MYSTERIOUS UNIVERSE. P-133.

اس طرح کے اور بھی طبیعاتی شواہد ہیں جو یہ ثابت کرتے ہیں کہ کائنات ازل سے موجود نہیں ہے۔ بلکہ وہ ایک محدود عمر رکھتی ہے ۔ مثلاً فلکیات کا یہ مشاہدہ ہے کہ کائنات مسلسل پھیل رہی ہے ۔ تمام کہکشاں اور فلکیاتی اجسام مشاہدہ میں نہایت تیزی کے ساتھ ایک دوسرے سے ہٹتے ہوئے نظر آتے ہیں ۔ اس صورت حال کی اس وقت، نہایت عمدہ توجیہ ہو جاتی ہے ۔ جب ہم ایک ایسے ابتدائی وقت کو تسلیم کر لیں ۔ جب تمام اجزائے ترکیبی مجتمع اور مرکوز حالت میں تھے ۔ اور اس کے بعد ان میں حرکت و توانائی کا آغاز ہوا ۔ اس طرح کے مختلف قرائن کی بناء پر عام اندازہ یہ ہے کہ تک بھگ پچاس کھرب سال پہلے ایک غیر معمولی دھماکے سے یہ سارا عالم وجود میں آیا ۔ اب سائنس کی اس دریافت کو ماننا کہ کائنات محدود عمر رکھتی ہے اور اس کے موجد کو نہ ماننا ، ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص یہ تو تسلیم کرے کہ تاج محل ہمیشہ سے موجود نہیں تھا ۔ بلکہ سترھویں صدی عیسوی کے وسط میں بنا ۔ مگر اس کے باوجود اس کا کوئی معمار اور انجنیئر تسلیم نہ کرے ، اور کہے کہ وہ بس اپنے آپ ایک مخصوص تاریخ کو بن کر کھڑا ہو گیا ہے ۔

فلکیات کا مطالعہ ہمیں بتاتا ہے کہ دنیا کے تمام سمندروں کے کنارے ریت کے جتنے ذرے ہیں ، شاید اسی قدر آسمان میں ستاروں کی تعداد ہے ۔ ان میں کچھ ستارے ایسے ہیں جو زمین سے کسی قدر بڑے ہیں ۔ مگر بیشتر ستارے اتنے بڑے ہیں کہ ان کے اندر لاکھوں زمینیں رکھی جا سکتی ہیں ۔ اور پھر بھی کچھ بچ رہے گی ، اور بعض ستارے تو اس قدر بڑے ہیں کہ اربوں زمینیں ان کے اندر سما سکتی ہیں ۔ یہ کائنات اس قدر وسیع ہے کہ روشنی کی مانند ایک انتہائی ممکن حد تک تیز اڑنے والا ہوائی جہاز جس کی رفتار ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سکنڈ ہو ، وہ کائنات کے گرد گھومے تو اس ہوائی جہاز کو کائنات کا پورا چکر لگانے میں تقریباً ایک ارب سال لگیں گے ۔ پھر اتنی وسعت کے باوجود یہ کائنات ٹھہری ہوئی نہیں ہے ۔ بلکہ ہر لمحہ اپنے چاروں طرف پھیل رہی ہے ۔ اس پھیلنے کی رفتار اتنی تیز ہے کہ ہر ۱۳۰ کروڑ سال کے بعد کائنات کے تمام فاصلے دوگنے ہو جاتے ہیں ۔ اس طرح ہمارا یہ خیالی قسم کا غیر معمولی تیز رفتار ہوائی جہاز بھی کائنات کا چکر کبھی پورا نہیں کر سکتا ، وہ ہمیشہ اس بڑھتی ہوئی کائنات کے راستہ میں رہے گا ۔[1]

---

[1] یہ کائنات کی وسعت کے بارے میں آئنسٹائن کا نظریہ ہے ۔ مگر یہ صرف ایک "ریاضی داں کا قیاس" ہے حقیقت یہ ہے کہ انسان ابھی تک کائنات کی وسعت کو سمجھ نہیں سکا ہے ۔

آسمان گرد وغبار سے پاک ہو تو پانچ ہزار ستارے خالی آنکھ سے دیکھے جا سکتے ہیں۔ لیکن معمولی دوربینوں کی مدد سے یہ تعداد بیس لاکھ سے زیادہ ہو جاتی ہے اور وقت کی سب سے بڑی دوربین جو ماؤنٹ پیلومر پر لگی ہوئی ہے۔ اس سے اربوں ستارے نظر آتے ہیں۔ مگر یہ تعداد اصل تعداد کے مقابلے میں بہت کم ہے۔ کائنات ایک بے انتہا وسیع خلا ہے جس میں لاتعداد ستارے غیر معمولی رفتار سے مسلسل حرکت کر رہے ہیں۔ کچھ ستارے تنہا سفر کر رہے ہیں۔ کوئی دو یا زیادہ ستاروں کے مجموعوں کی شکل میں ہیں، اور بے شمار ستارے ایسے ہیں جو مجامع النجوم کی صورت میں متحرک ہیں۔ روشن دان سے کمرے میں آنے والی روشنی کے اندر آپ نے بیشمار ذرے ادھر ادھر دوڑتے ہوئے دیکھے ہوں گے۔ اسی کو اگر آپ بہت بڑے پیمانے پہ قیاس کر سکیں تو کائنات کے اندر ستاروں کی گردش کا آپ ہلکا سا اندازہ کر سکتے ہیں۔ اس فرق کے ساتھ کہ ذرے باہم ملے ہوئے حرکت کرتے ہیں اور ستارے تعداد کی اس کثرت کے باوجود بالکل یکہ و تنہا دوسرے ستاروں سے بے اندازہ فاصلے پر سرگرم سفر ہیں۔ جیسے وسیع سمندروں میں چند جہاز جو ایک دوسرے سے اتنی دوری پر چل رہے ہوں کہ انہیں ایک دوسرے کی خبر نہ ہو۔

یہ ساری کائنات ستاروں کے بیشمار جھرمٹوں کی صورت میں ہے۔ ہر جھرمٹ کو کہکشاں کہتے ہیں۔ اور یہ سب کے سب مسلسل حرکت میں ہیں۔ سب سے قریبی حرکت جس سے ہم واقف ہیں، وہ چاند ہے۔ چاند زمین سے دو لاکھ چالیس ہزار میل دور رہ کر اس کے گرد مسلسل اس طرح گھوم رہا ہے کہ ہر ½۲۹ دن میں زمین کے گرد اس کا ایک چکر پورا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ہماری زمین جو سورج سے ساڑھے نو کروڑ میل دور ہے۔ وہ اپنے محور پہ ایک ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے گھومتی ہوئی سورج کے گرد انیس کروڑ میل کا دائرہ بناتی ہے جو ایک سال میں پورا ہوتا ہے۔ اسی طرح زمین سمیت نو سیارے ہیں۔ اور وہ سب کے سب سورج کے گرد مسلسل دوڑ رہے ہیں۔ ان سیاروں میں بعید ترین سیارہ پلوٹو ہے جو ساڑھے سات ارب میل کے دائرے میں چکر لگا رہا ہے۔ یہ تمام سیارے اپنے سفر میں اس طرح مصروف ہیں کہ ان کے گرد اکتیس چاند بھی اپنے اپنے سیاروں کے گرد گھوم رہے ہیں۔ ان کے علاوہ تیس ہزار چھوٹے سیاروں کا ایک حلقہ ہزاروں دمدار ستارے اور لاتعداد شہاب ثاقب ہیں۔ جو اسی طرح گردش میں مصروف ہیں۔ ان سب کے بیچ میں وہ ستارہ ہے جس کو ہم سورج کہتے ہیں اور جس کا قطر آٹھ لاکھ ۶۵ ہزار میل ہے۔ اور وہ زمین سے بارہ لاکھ گنا بڑا ہے۔

یہ سورج خود بھی رکا ہوا نہیں ہے۔ بلکہ اپنے تمام سیاروں اور سیارچوں کو لئے ہوئے اس عظیم کہکشانی نظام کے اندر چھ لاکھ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے گردش کر رہا ہے۔ اسی طرح ہزاروں حرکت کرتے

ہوئے نظام ہیں، جن سے مل کر ایک کہکشاں وجود میں آتی ہے۔ کہکشاں گویا ایک بہت بڑی پلیٹ ہے۔ جس پر بیشمار ستارے منفرداً اور مجتمعاً لٹوؤں کی طرح مسلسل گھوم رہے ہیں۔ پھر یہ کہکشائیں خود بھی حرکت کرتی ہیں، چنانچہ وہ قریبی کہکشاں جس میں ہمارا شمسی نظام واقع ہے۔ وہ اپنے محور پر اس طرح گردش کر رہی ہے۔ کہ اس کا ایک دورہ بیس کروڑ سال میں پورا ہوتا ہے۔

علمائے فلکیات کے اندازے کے مطابق کائنات پانچ سو ملین ملین (ایک ملین برابر دس لاکھ کہکشاؤں پر مشتمل ہے۔ اور ہر کہکشاں میں ایک لاکھ ملین یا اس سے کم و بیش ستارے پائے جاتے ہیں۔ قریبی کہکشاں جس کے ایک حصے کو ہم رات کے وقت سفید دھاری کی شکل میں دیکھتے ہیں۔ اس کا رقبہ ایک لاکھ سال نور ہے۔ اور ہم زمین کے رہنے والے کہکشاں کے مرکز سے تیس ہزار نوری سال کے بقدر دور ہیں۔ پھر یہ کہکشاں ایک اور بڑی کہکشاں کا جزو ہے۔ جس میں اسی طرح کی کہکشائیں حرکت کر رہی ہیں۔ اور پورے مجموعہ کا قطر بیس لاکھ سال نور ہے۔

ان تمام گردشوں کے ساتھ ایک اور حرکت جاری ہے۔ اور وہ یہ کہ ساری کائنات غبارے کی طرح چاروں طرف پھیل رہی ہے۔ ہمارا سورج ہیبت ناک تیزی کے ساتھ چکر کھاتا گھومتا ہوا بارہ میل فی سکنڈ کی رفتار سے اپنی کہکشاں کے بیرونی حاشیئے کی طرف مسلسل بھاگ رہا ہے۔ اور اپنے ساتھ نظام شمسی کے تمام کو بھی لے جا رہا ہے۔ اسی طرح تمام ستارے اپنی گردش کو قائم رکھتے ہوئے کسی نہ کسی طرف کو بھاگ رہے ہیں۔ کسی کے بھاگنے کی رفتار آٹھ میل فی سکنڈ ہے۔ کسی کی ۳۳ میل فی سکنڈ کسی کی ۸۴ میل فی سکنڈ اسی طرح تمام ستارے انتہائی تیز رفتاری کے ساتھ دور بھاگے چلے جا رہے ہیں۔

یہ ساری حرکت حیرت انگیز طور پر نہایت تنظیم اور باقاعدگی کے ساتھ ہو رہی ہے۔ نہ ان میں باہم کوئی ٹکراؤ ہوتا۔ اور نہ رفتار میں کوئی فرق پڑتا۔ زمین کی حرکت سورج کے گرد عد درجہ منضبط ہے۔ اسی طرح اپنے محور کے اوپر اس کی گردش اتنی صحیح ہے کہ صدی کے اندر بھی اس میں ایک سکنڈ کا فرق نہیں آنے پاتا، زمین کا سیارہ جس کو چاند کہتے ہیں۔ اسکی گردش بھی پوری طرح مقرر ہے۔ اس میں جو تھوڑا سا فرق ہوتا ہے۔ وہ بھی ہر ۱۸/۲ سال کے بعد نہایت صحت کے ساتھ دہرا دیا جاتا ہے۔ یہی تمام اجرام سماوی کا حال ہے۔ حتیٰ کہ ماہرین فلکیات کے اندازے کے مطابق اکثر خلائی گردش کے دوران ایک پورا کہکشانی نظام جو اربوں متحرک ستاروں پر مشتمل ہوتا ہے۔ دوسرے کہکشانی نظام میں حرکت کرتا ہوا داخل ہوتا ہے۔ اور پھر اس سے نکل جاتا ہے۔ مگر باہم کسی قسم کا ٹکراؤ پیدا نہیں ہوتا۔۔۔ اس عظیم اور حیرت انگیز تنظیم کو دیکھ کر عقل کو اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ کہ یہ اپنے آپ نہیں قائم ہے۔ بلکہ کوئی غیر معمولی طاقت ہے جس نے اس اتھاہ نظام کو قائم رکھا ہے۔۔۔

(باقی آئندہ)

حضرۃ مولانا عبدالخالق تلمیذ شاہ انور شاہ کشمیریؒ

حدود اور تعزیرات میں شیعہ سے سنی متفق ہیں

آئین ساز اسمبلی کی توجہ کیلئے

۲۵ سال گذرنے کے بعد بھی پاکستان آئین سازی کے مرحلہ سے نہیں گذر سکا۔ اب پھر یہ مرحلہ در پیش ہے۔ اور اسلامی آئین سے پیچھا چھڑانے کی خاطر بڑے زور شور سے یہ سراسر پُرفریب مغربی پروپیگنڈہ کیا جا رہا ہے۔ کہ مسلمانوں کی فرقہ بندیاں اس راہ میں حائل ہیں۔ حالانکہ نہ صرف یہ کہ اہل سنت کے تمام فرقے اور گروہ تعزیرات اور قوانین اسلام میں متفق ہیں۔ بلکہ شیعہ مسلک سے ہزار اصولی اور فروعی اختلافات کے باوجود بھی حدود اور تعزیرات اسلام میں شیعہ اور سنی جماعتوں کا ایسا اختلاف نہیں جو اسلامی آئین سازی میں رکاوٹ بن سکے یہاں شیعہ قوانین حدود و تعزیرات کی شکل میں افتراق و اختلاف امت کے افسانے سنا کر اسلامی آئین سے گریز کرنے والوں کے چیلنج کا اسی طرح منہ توڑ جواب دیا جا رہا ہے۔ جیسا کہ آئین میں "مسلمان کی تعریف" کے مسئلہ پر دیا گیا اور جسکا جواب آج تک اسمبلی میں نہیں بن سکا۔ پیش نظر مضمون ایک گوشہ نشین مگر جید اور محقق عالم مولانا عبدالخالق صاحب موضع بیٹ سیال ضلع مظفرگڑھ کا لکھا ہوا ہے۔ جو علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے تلمیذ، مولانا غلام محمد دین پوریؒ کے خلیفہ مجاز ہیں۔ اور سابق جمعیۃ العلماء ہند پنجاب کے صدر رہ چکے ہیں۔ ہم عمائدین حکومت، قومی اسمبلی اور آئینی کمیٹی کی توجہات اس طرف مبذول کرنا چاہتے ہیں۔ اگر شیعہ حضرات سمجھیں کہ انکی صحیح یا غلط ترجمانی کی گئی ہے۔ تو الحق انہیں سنجیدہ اور علمی انداز میں اظہار خیال کی دعوت دیتا ہے۔

(سمیع الحق)

عموماً سوال کیا جاتا ہے کہ پاکستان میں مذہب شیعہ و مذہب اہل سنت والجماعت دو مذہب آپس میں مخالف ہیں ہم کس کے موافق قوانین اسلام نافذ کریں تو بتایا فرض ہے کہ حدود و تعزیرات دونوں مذاہب میں متفق ہیں۔ ترجمہ۔ ایسا ہی ہے چنانچہ مذہب اہل شیعہ کی معتبر کتاب فروع کافی کتاب الحدود جلد سوم صفحہ ۱۹۰ پر یہ عبارتیں موجود ہیں۔

۱۔ عن ابی عبد اللہ قال اذا زنی الرجل المحصن رجم ولم یجلد۔

دوسری عبارت یہ ہے۔

۲۔ وعنہ الحر والحرۃ اذا زنیا جلد کل واحد منہما مائۃ جلدۃ فاما المحصن والمحصنۃ فعلیہما الرجم۔

تیسری عبارت یہ ہے۔

۳۔ وعنہ الشیخ والشیخۃ اذا زنیا فارجموھما۔

ان تینوں عبارتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ امام ابو عبد اللہ فرماتے ہیں کہ امام ابو عبد اللہ فرماتے ہیں کہ شادی شدہ مرد عورت اگر زنا کریں تو ان کو سنگسار کیا جائے گا۔ اور کوڑے نہ لگائے جائیں گے اور کنوارے مرد اور عورت اگر زنا کریں تو ان کو سو سو کوڑے لگائے جائیں گے۔

چوتھی عبارت۔

۴۔ وعنہ رجم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ امام ابو عبد اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی شدہ زانی کو سنگسار فرمایا ہے۔

پانچویں عبارت۔

۵۔ عن ابی جعفر قال قضی امیر المومنین بالرجم علی المحصن وفی البکر والبکرۃ اذا زنیا جلد مائۃ۔ صفحہ ۱۹۷ جلد ۳ فروع کافی کتاب الحدود۔

ترجمہ: امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ امیر المومنین حضرت علیؓ ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شادی شدہ زانی پر رجم کا یعنی سنگساری کا فیصلہ فرمایا اور کنوارے زانی پر سو کوڑے کا۔

اور فروع کافی جلد سوم کتاب الحدود صفحہ ۱۹۰ میں حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول موجود ہے۔

لا یرجم رجل ولا امرأۃ حتی یشہد علیہ اربعۃ شہود علی الایلاج والادخال
وکذا عن ابی عبد اللہ لا یرجمان حتی یشہد علیہما اربعۃ شہود علی الجماع والایلاج

والادخال کالمیل فی المکحلۃ وکذا اذا اقر اربع مرات کما فی قصۃ ماعزؓ۔

ترجمہ: ان اقوال کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی زانی پر سزا اس وقت جاری کی جائے گی جبکہ اس پر چار گواہ گواہی دیں یا زانی چار مرتبہ خود اقرار کرے۔

اور فروع کافی جلد تین کتاب الحدود صفحہ ۱۰۴ میں یہ عبارت موجود ہے۔

عن ابی جعفر وابی عبد اللہ لاحد علی المستکرھۃ وعلی من استکرھھا القتل۔

جس کا حاصل یہ ہے کہ امام محمد باقر اور امام ابوعبداللہ فرماتے ہیں کہ جس عورت کے ساتھ کسی مرد نے جبراً زنا کیا ہو تو اس عورت پر کوئی حد نہیں بری ہے اور جس شخص نے اس سے جبراً زنا کیا اس پر قتل ہے۔

اور فروع کافی جلد ۳ کتاب الحدود صفحہ ۱۰۵ میں یہ عبارت موجود ہے۔

عن ابی جعفر وامیر المومنین لاحد علی المجنونۃ۔

ترجمہ: امام محمد باقر اور امیر المومنین حضرت علیؓ ابن طالب فرماتے ہیں۔ اگر مجنونہ یعنی دیوانی عورت سے کوئی زنا کرے تو اس عورت پر کوئی حد نہیں اور زانی پر حد ہے۔

لوطی کی سزا | جو لڑکوں کے ساتھ بدفعلی کرے اس کو لوطی کہتے ہیں اس کے بارے میں اہل شیعہ کی کتاب فروع کافی جلد ۳ صفحہ ۱۰۸ کتاب الحدود میں یہ عبارت موجود ہے۔ حد اللوطی مثل حد الزانی ان کان قد احصن رجم والا جلد۔ ترجمہ: امام ابوعبداللہ فرماتے ہیں کہ لوطی کی سزا وہی ہے جو زانی کی سزا ہے۔ اگر شادی شدہ ہوگا تو سنگسار کیا جائے گا۔ اور اگر کنوارا ہوگا تو کوڑے لگائے جائیں گے۔

اور دوسرا قول امام ابی عبد اللہ کا یہ ہے کہ شادی شدہ لوطی کو قتل کی سزا دی جائے گی، اور کنوارے کو کوڑے لگائے جائیں گے۔

اور فروع کافی جلد ۳ صفحہ ۱۱۰ کتاب الحدود میں امیر المومنین کی یہ روایت موجود ہے۔

وعنہ صلی اللہ علیہ وسلم اما ضربۃ السیف واما القاء من الجبل مشدود الیدین والرجلین واما الاحراق بالنار فلیختر ایھن شاء۔

ترجمہ: حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نے فرمایا کہ لوطی کی سزا یا تو تلوار ہے یا اس کے ہاتھ پاؤں باندھ کر پہاڑ سے گرانا ہے۔ یا آگ میں جلانا ہے۔ امام کے اختیار میں ہے۔ جیسا چاہے کرے۔

حد السحق | دو عورتیں آپس میں قضائے شہوت کریں۔ تو اس کی سزا امام محمد باقر

نے وہی فرمائی ہے جو زانی کی سزا ہے۔ یعنی جَلْدَ مائۃ ۔ سّو کوڑے ہے صلا۱ جلد ۳ فروع کافی کتاب الحدود۔

جانور کے ساتھ بدفعلی کرنے والے کی سزا | فروع کافی جلد ۳ کتاب الحدود صلا۱ میں یہ عبارت موجود ہے کہ عَنْ اَبِیْ جَعْفَر یُجلدون الحد دیغرم قیمۃ البھیمۃ اِن کانت لغیرہٖ و تذبح وتحرق وتدفن اِنْ کانت مما یوکل وان کانت مما یرکب اغرم قیمتھا واُخرجت الی بلدۃ اُخریٰ ویُجلدون الحد۔

وعن ابی الحسن رضا یُضرب خمسۃ وعشرین سوطاً وتوخذ منہ قیمتھا اِنْ کانت لغیرہٖ۔

ترجمہ: امام محمد باقرؓ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ جانور سے بدفعلی کرنے والے کو حد سے کم سزا دی جائے گی۔ یعنی حد کی کم سزا اسی ۸۰ کوڑے ہے۔ تو جانور سے بدفعلی کرنے والے کو اسی کوڑوں سے کم سزا دی جائے گی۔

____ اور جانوروں کی قیمت بطور تاوان اس سے لی جائے گی، اگر جانور غیر کا ہو۔ اور جانور ذبح کرکے جلایا جائے گا۔ اور پھر دفن کیا جائے گا۔ اگر جانور ماکولات سے (حلال) ہو اور اگر مرکوبات (سواری) میں سے ہو تو اس کی قیمت بطور تاوان دلاکر اس جانور کو کسی دوسرے شہر بھیج دیا جائے گا۔ اور امام ابوالحسن رضاؒ کا قول ہے کہ اس کو پچیس ۲۵ کوڑے بطور تعزیر لگائے جائیں گے۔

قاذف کی سزا | جو شخص دوسرے کو ناحق زنا کی تہمت لگائے تو فروع کافی جلد ۳ کتاب الحدود صلا۲ میں امیرالمؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور امام ابوجعفر محمد باقر اور امام ابوعبداللہ سے یہ قول موجود ہے کہ ثمانون جلدۃ کہ اسی کوڑے اس کو لگائے جائیں گے۔ اور جو شخص اپنی عورت کو زنا کی ناحق تہمت دے تو لعان کرایا جائے گا۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے۔ اگر تہمت دہندہ اپنے آپ کو جھوٹا قرار دے تو اس کو حد قذف کی لگائی جائے گی۔ اسی درّے اگر عورت لعان سے گریز کرے تو اس کو زنا کی سزا دی جائیگی۔

شراب پینے کی سزا | فروع کافی جلد ۳ صلا۱ کتاب الحدود میں امام ابوعبداللہ اور امیرالمؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا یہ قول موجود ہے۔ ثمانون جلدۃ۔ اسی کوڑے۔ اور امیرالمومنینؓ کا صلا۱ میں یہ قول ہے۔ والشارب فی رمضان ضربہ امیرالمؤمنین ثمانین یوماً ثم عشرون عند الفتنۃ رمضان۔

ترجمہ: ایک شخص نے رمضان المبارک میں امیرالمؤمنین کے عہد خلافت میں شراب پی لی — تو امیرالمومنین نے اس کو اسی کوڑے ایک دن میں لگائے اور بیس ۲۰ کوڑے دوسرے دن ہتک رمضان کی وجہ سے۔

اور فروع کافی جلد ۳ کتاب الحدود صـ۱۲۰ میں یہ عبارت ہے۔ نِصَابُ السَّرِقَۃِ رُبُعُ دِیْنَارٍ۔ یعنی چوری کا نصاب چوتھائی دینار ہے۔ اور فروع کافی جلد ۳ کتاب الحدود صـ۱۲۳ میں امیر المومنین کا یہ قول موجود ہے۔ لَا تَقْطَعُ فِیْہِ بَلْ فِیْہِ التَّعْزِیْرُ۔ جو شخص کسی سے جبراً کوئی چیز چھین لے تو اس میں قطع نہیں یعنی ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ بلکہ اس کو تعزیر دی جائے گی۔

اسی کتاب کے صـ۱۲۴ میں امام ابو عبد اللہ کا قول نقل ہے۔ حَدُّہٗ حَدُّ السَّارِقِ۔ یعنی کفن چور کی سزا وہی ہے جو چور کی ہے۔

اور دوسری جگہ ہے : وَفِی الْقَذْفِ یُعَزَّرُ بِالتَّعْزِیْرِ مَا بَیْنَ الْعَشْرِ وَالْعِشْرِیْنَ سَوْطاً۔ زنا کے سوا کسی دوسری چیز کی تہمت دینے میں دس اور بیس کوڑوں کے درمیان تعزیر ہے۔ اور امام ابو عبد اللہ کے نزدیک چالیس سے کم کوڑوں کی تعزیر دی جائے گی۔

ڈاکوؤں کی سزا | فروع کافی جلد ۳ کتاب الحدود صـ۱۳۵ میں امام ابو عبد اللہ سے یہ عبارت منقول ہے۔ اِنْ قَتَلَ وَاَخَذَ الْمَالَ قُطِعَتْ یَدُہٗ وَرِجْلُہٗ مِنْ خِلَافٍ وَصُلِبَ وَاِنْ قَتَلَ وَلَمْ یَاْخُذْ مَالاً قُتِلَ وَاِنْ اَخَذَ الْمَالَ وَلَمْ یَقْتُلْ قُطِعَتْ یَدُہٗ وَرِجْلُہٗ مِنْ خِلَافٍ وَاِنْ اَخَافَ وَلَمْ یَاْخُذْ مَالاً وَلَمْ یَقْتُلْ نُفِیَ مِنَ الْاَرْضِ۔

ترجمہ : ڈاکو نے کسی راہ گیر کو قتل بھی کیا اور مال بھی چھینا تو اس کے ہاتھ اور پاؤں خلاف جانب سے کاٹے جائیں گے اور اس کو پھانسی پر لٹکایا جائے گا۔ اور اگر راستے میں کسی راہ گیر کو قتل کیا اور مال نہیں لیا تو فقط قتل کیا جائے گا۔ اور اگر مال چھینا اور قتل نہیں کیا تو فقط پاؤں اس کے کاٹے جائیں گے۔ دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں۔ اور اگر اس نے کسی راہ گیر کو فقط ڈرایا نہ اس کا مال چھینا نہ اس کو قتل کیا تو اس ڈاکو کو زمین سے جلا وطن کیا جائے گا۔

اور فروع کافی میں یہ عبارت موجود ہے : عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ جَازَ الْعَفْوُ قَبْلَ الرَّفْعِ اِلَی الْاِمَامِ لَا بَعْدَہٗ۔ ترجمہ : چور کو معاف کر دینا جائز ہے امام کے پاس لے جانے سے پہلے نہ پیچھے۔

چنانچہ حدود و تعزیرات کے متعلق جو مسائل مذکورہ مذہب شیعہ کی معتبر کتاب فروع کافی سے نقل کیے گئے ہیں۔ فقہ حنفی کی معتبر کتاب الہدایہ کے کتاب الحدود میں بھی یہ مسائل اسی طرح ملتے ہیں۔ فرق محض تھوڑا کالعدم ہے اور کسی کسی مسئلہ میں تو نزاع لفظی سے زیادہ کوئی فرق نہیں ملتا۔ مثلاً مومن کے سنگسار کرنے اور غیر مومن کے کوڑے لگانے کا مسئلہ ہدایہ جلد ۲ کتاب الحدود صـ۵۰۹ میں موجود ہے۔ اور حد کیلئے زنا پر چار گواہوں کا شرط ہونا یا زانی کا خود زنا کا خود اقرار کرنا ہدایہ جلد ۲ کتاب الحدود صـ۵۰۰

میں موجود ہے۔ اور چار گواہوں کا شرط ہونا قرآن کریم پارہ ۱۸ سورۃ نور میں موجود ہے۔ اور قرآن کریم تمام مسلمانوں کے لئے واجب الایمان اور واجب العمل ہے۔ اس میں کسی مسلمان کو نزاع کرنا جائز نہیں۔ زنا کی شکل کا ہونا ہدایہ جلد ۲ کتاب الحدود ص ۵۰۷ میں موجود ہے۔ اور مستکرہہ اور مجنونہ زانیہ کا حدِ زنا سے بری ہونا ہدایہ جلد ۲ کتاب الحدود کے ص ۵۱۰ میں اور ص ۵۲۲ کے حاشیہ ۳ میں مذکور ہے۔

لوطی کی سزا ہدایہ جلد ۲ کتاب الحدود ص ۵۱۶ میں موجود ہے۔ کہ لوطی کی سزا مثل حدِ زنا کے ہے۔ یہی مذہب سیدنا امام شافعیؒ و امام ابو یوسفؒ اور امام محمد رحمہم اللہ کا ہے۔ اور سیدنا امام اعظمؒ کے نزدیک تعزیر ہے۔ حد نہیں۔ تو یہ نزاع نزاعِ لفظی ہے۔ بعض آئمہ نے اس کا نام بھی رکھا ہے۔ اور بعض آئمہ نے اس کا نام تعزیر رکھا ہے۔ یہ سزا چونکہ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین نے مختلف شکلوں میں جاری کی ہے۔ جیسا کہ امیر المؤمنینؓ کی روایت میں فروع کافی جلد ۳ ص ۱۱۰ میں موجود ہے۔ کہ امام کو اختیار ہے کہ وہ تلوار سے قتل کرے یا ہاتھ پاؤں باندھ کر پہاڑ سے گرائے یا آگ میں اس کو جلا دیا جائے۔ جیسا کہ شرح وقایہ کتاب الحدود میں بہار لوطی کی تعزیر کا ذکر ہے۔ وہاں حاشیہ پر اسی طرح مذکور ہے۔ کہ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین نے مختلف شکلوں میں یہ سزا جاری کی ہے۔ تو گویا دونوں مذاہب میں حد کہنا یا تعزیر کہنا نزاع لفظی سے زیادہ معلوم نہیں ہوتا۔

جانور سے بدفعلی کی سزا ہدایہ جلد دوم کتاب الحدود ص ۵۱۷ میں موجود ہے۔

قاذف کی سزا یہ سزا اسّی کوڑے قرآن کریم سے اور اجماعِ صحابہ سے ثابت ہے۔ اس کا ذکر ہدایہ جلد ۲ کتاب الحدود ص ۵۲۹ میں موجود ہے۔

شراب پینے کی سزا یہ سزا اسّی کوڑے اجماع صحابہؓ سے ثابت ہے۔ ہدایہ جلد ۲ کتاب الحدود ص ۵۲۰ میں اس کا ذکر موجود ہے۔

چور کی سزا اس کا ذکر قرآن حکیم پارہ ۶ سورہ مائدہ میں موجود ہے۔ رب العزت فرماتے ہیں — السارق والسارقۃ فاقطعوا ایدیہما (الآیۃ) تو یہ سزا چونکہ قرآن حکیم سے ثابت ہے۔ تو اس میں مسلمانوں کا نزاع نہیں ہو سکتا۔ باقی اس میں نصاب سرقہ کا نزاع بعض آئمہ کے نزدیک ربع دینار ہے۔ اور یہ مذہب امام شافعیؒ کا ہے۔ اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس کا نصاب دس درہم ہے۔ اور سیدنا امام مالکؒ کے نزدیک اس کا نصاب تین درہم ہے۔ ہدایہ جلد ۲ کتاب الحدود ص ۵۳۶ میں ملاحظہ فرمائیں اور مذہب شیعہ میں بھی اس کا نصاب چوتھائی دینار ہے۔ فروع کافی کتاب الحدود جلد ۳ ص ۱۳۰۔

ڈاکہ کی سزا یہ سزا قرآن حکیم میں موجود ہے۔ پارہ ۶ سورہ مائدہ میں موجود ہے۔ آیت شریفہ: انما

جزاء الذین یحاربون اللّٰہ ورسولہ ۔۔الخ اور ڈاکو زنی کے جرم کی تفصیل فروع کافی کتاب الحدود ص۱۳۲ میں اس طرح موجود ہے کہ ڈاکو کسی بے گناہ کو قتل بھی کرے اور اس کا مال بھی چھینے ۔ دوسری صورت یہ ہے کہ قتل کرے ۔ مال نہ چھینے ۔ تیسری صورت یہ ہے ۔ کہ مال چھینے اور قتل نہ کرے ۔ چوتھی صورت یہ ہے کہ قتل بھی نہ کرائے اور مال بھی نہ چھینے بلکہ فقط کسی راہ گیر کو ڈرائے ۔

پہلی صورت کی سزا مذہب شیعہ میں یہ منقول ہے ۔ کہ اس ڈاکو کے ہاتھ پاؤں مختلف جانب سے کاٹے جائیں اور اس کو پھانسی پر لٹکا جائے ۔ دوسری صورت کی سزا یہ ہے ۔ کہ ڈاکو کو قتل کیا جائے ۔ تیسری صورت کی سزا مذہب شیعہ میں ڈاکو کے ہاتھ پاؤں مختلف جانب سے کاٹے جائیں اور قتل نہ کیا جائے ۔ چوتھی صورت کی سزا اہل تشیع کے نزدیک ہے ۔ نفی فی الارض ہے ۔ نفی فی الارض سے مراد بعض آئمہ اہل سنت کے نزدیک جلاوطن کرنا ہے ۔ اور بعض اہلسنت کے نزدیک ڈاکو کو قتل کرنا ہے ۔

تو شیعہ کی معتبر کتاب فروع کافی جلد ۳ ص۱۳۵ نفی من الارض کا مجمل لفظ موجود ہے ۔ تو یہ اس سے خالی نہیں کہ اہل تشیع نفی من الارض سے یا قید کرنا مراد لیں گے ۔ یا جلاوطن کرنا تو اس طرح بعض اہل سنت کے موافق ہوگا ۔ (وھو المطلوب) اور ہدایہ جلد ۲ ص۵۵۵ میں قطاع الطریق کی تفصیل اور اس پر سزا مرتب ہونے کی جو تفصیل مذکور ہے جسے یہ تفصیل اور اہل تشیع کی کتاب فروع کافی کی تفصیل سے ملتی جلتی ہے ۔ جسے پہلے نقل کردیا گیا ۔

الغرض اہل سنت والجماعت اور اہل تشیع کی کتب سے جو مسائل نقل کرکے پیش خدمت کئے گئے ہیں ۔ اسکی غرض یہ ہے کہ پاکستان میں جو قوانین شریعت کے جاری کئے جائیں جیسا کہ ہر مملکت اسلامی کا فرض ہے ۔ کہ وہ قوانین اسلام کو نافذ کریں ۔ اور کرائیں تو اس میں مذہب شیعہ کا کوئی فرد اور مذہب اہل سنت کا کوئی متبع عذر نہ کرسکے گا ۔ کہ یہ قوانین ہمارے مذہب کے خلاف ہے ۔ لہذا یہ نافذ نہ ہونا چاہئے ۔

نیز برسر اقتدار طبقہ یہ بہانہ نہ بنائیں کہ مذہب شیعہ و مذہب اہل سنت ۔ یہ دو مذہب آپس میں مخالف ہیں ہم کس کے موافق قوانین اسلام نافذ کریں تو اس کا جواب یہی ہے کہ اہل سنت اور اہل تشیع کے بہت سے مسائل آپس میں موافق ہیں جیسا کہ حدود و تعزیرات کے مسائل بھی دونوں مذاہب کی کتب معتبرہ و مستندہ سے نقل کئے ہیں ۔۔۔۔۔ آپ قوانین اسلام نافذ کردیں ان کی برکت سے دوسرے مسائل تقاضائیں بھی اسلامی قوانین کے نفاذ کی سہولتیں پیدا ہوجائیں گی ، اللہ تعالیٰ سے ہم دست بدعا ہیں ، اللہ تعالیٰ پاکستان کو صحیح معنی میں اسلام کا مضبوط قلعہ ثابت فرمادے اور ملک کی سالمیت و تحفظ کو برقرار رکھے ۔ آمین ۔

ایک مفید تجویز

فتنۂ مرزائیت اور علماء کی ذمہ داری

محمد اقبال کاشغری

جہاں تک فتنۂ مرزائیت کے انسداد کا تعلق ہے، علمائے حقہ کو بالخصوص اور دینی طبقہ کو بالعموم اس اہم اور لابدی فریضہ پر انتہائی سنجیدگی سے غور کرنا ہوگا۔ امتِ مرزائیہ روزِ اول ہی سے اسلام پر اپنے حملہ کا کوئی سا دقیقہ بھی اپنے ہاتھ سے نہیں جانے دیتی اور جہاں تک اندرونِ ملک کے حالات کا تقاضا ہے وہ ہمیشہ اس پر اپنی گرفت کو مضبوط تر بنانے کے مواقع کی تلاش میں رہتی ہے۔ الحمد للہ کہ مملکتِ پاکستان میں ایسے مجاہد مبلغ موجود ہیں جو ان کی ناپاک کاروائیوں پر کڑی نظر رکھے ہوئے ہیں۔ تاہم اتنا کچھ ملت کے دینی دفاع کے تقاضوں کو پورا نہیں کرتا۔

جس طرح علمائے کرام نے پاکستان میں اپنی ہمت و وسعت سے درسِ نظامی کا جال بچھا کر رکھ دیا ہوا ہے۔ کیا اسی طرح ہر مدرسہ کے تحت ایک ایسا تبلیغی شعبہ انتہائی آسانی کے ساتھ قائم نہیں کر دیا جا سکتا جو ردِ مرزائیت کا ایک حصارِ مستحکم ثابت ہو۔ دار التبلیغ قسم کے ان اداروں کو مندرجہ ذیل طریق سے نئے اور ترقی پسندانہ نہج پر استوار کر کے نئی روشنی کے اس دور کو بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ دین کی طرف متوجہ کر لیا جا سکتا ہے۔

۱۔ ایسے دار التبلیغ میں ایک مضبوط دینی کتب خانہ موجود ہو جسے ایک تبلیغی لائبریری کی صورت میں عامۃ الناس کیلئے وقف کر دیا جائے اس میں ملک کے تمام ہفتہ وار اور ماہوار دینی مجلوں کی آمد کا سلسلہ بھی جاری کیا جائے۔ اس لائبریری کو باقاعدگی کے ساتھ صباح و شام کھولنے کا انتظام ہو۔

۲۔ اس کتب خانہ میں جہاں دینی کتب کی اعلیٰ کھیپ موجود ہو، وہاں دیگر تمام علوم و فنون از قسم سائنس تاریخ و سیر اور ادبیات وغیرہ کی کتب کا بھی اہتمام کیا جائے۔

۳۔ اس دار التبلیغ میں ایک ایسا سلجھا اور منجھا ہوا عالم دین بطور لکچرر تعینات کیا جائے جو علوم مروّجہ پر بھی بسیر حاصل مطالعہ کا حامل ہو تا کہ وہ عوام الناس کو اپنے روزانہ وعظ میں روزمرّہ کے دینی و دنیاوی مدوجزر سے بخوبی آگاہ کر سکے جس میں مرزائیت کے ساتھ ساتھ دیگر تمام خلاف فرقِ باطلہ کے رد کا پورا پورا انصرام ہو۔ اس شعبہ کو چلانے کیلئے جہاں علمائے کرام کو فوری طور پر اپنی توجہ مبذول کر دینی چاہیئے۔ وہاں سرمایہ دار مخیر حضرات کو بھی اپنی تمام تر توجہ ایسے مدارس کیطرف خلوصِ نیت سے منعطف کر دینی چاہیئے جو اس قسم کے دار التبلیغ کا اہتمام کریں۔ وگرنہ یکطرفہ طور پر یہ خواب کبھی بھی شرمندۂ تعبیر نہ ہوگا۔ اور ہماری تبلیغی حالت بالکل منجمد ہو کر رہ جائے گی جس سے دین اور اہلِ دین حضرات پر بہت بُرا اثر پڑے گا۔

اس نہج پر قائم دار التبلیغ میں آمدو رکھنے والا ہی متنفس چند در چند مدت سے بعد بجائے خود فتنہ مرزائیہ اور دیگر فرقِ باطلہ کیلئے ایک ایسا دنداں شکن مبلغ بن کر نکلے گا۔ مرزائیت اور دیگر فرقِ باطلہ جس کے سامنے دم تک نہ مار سکیں گے۔ بایں نوع ہماری ایک عظیم کھیپ ردِّ مرزائیت میں تیار ہو جائیگی جس سے مرزائیت کے حواسِ خمسہ باطل ہو کر رہ جائیں گے۔ انہیں سر چھپانے کی جگہ میسر آنا بھی ازبس مشکل ہوتا اور یہ ایک ایسا سلسلہ ہے جو بصد امن و خاموشی طے پا سکتا ہے۔

ملک کے اندر مرزائیت کی روک تھام اور نئی نسل کے تحفظ کیلئے اس سے بہتر اور کوئی طریق کار نہیں ہو سکتا۔

کاش! ہمارے علماء کرام گزشتہ شعبہ ہائے تبلیغ مجلسِ احرار اسلام کی طرز پر جگہ جگہ اپنے مدارس کے ذیل میں ایسے شعبے شروع ہی سے کھولتے اور حضرت امیر شریعت السید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری نور اللہ مرقدہٗ کی سی روشن ضمیری اور دلی ولولہ و جوش سے اس خطرہ کا احساس کرتے تو ہو ہی نہیں سکتا تھا کہ تحفظ ختم نبوت کی تحریک کے بعد زیادہ دیر تک یہ ارتدادی فتنہ ملک کے اندر اس حیثیت سے زندہ نہ رہ سکتا۔

مگر وائے افسوس کہ علمائے کرام جو فی الواقعہ سجادہ نشین رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی حیثیت میں امت مرحوم کے نگہبان ہی اس فریضہ سے تساہل برتتے رہے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ امت مرزائیہ نے ان (علمائے کرام) کو کمزور سمجھا اور ارتداد کی تبلیغ میں یہ سوچتے ہوئے منہمک ہو گئے کہ اب ان کو رد کرنے والا کوئی نہیں۔ اور نہ ہی ان کے تدارک کی کسی میں ہمت ہے۔

کاش! اب بھی اگر علمائے کرام اس اہم اور اسلام کے بنیادی عقیدہ کیطرف متوجہ ہو جائیں تو بھی بہت کچھ ہو سکتا ہے۔ ان کی یہ محنت بارآور اور ثمر دار نتائج پیدا کر سکتی ہے۔

ایک بقیۃ السلف عالم دین

علامہ مولانا

مارتونگ صاحب مدظلہٗ

کی

کہانی انکی اپنی زبانی

راوی :--- صاحب سوانح مدظلہٗ ۔

روایت :--- مولانا فضل مولیٰ صاحب مدرس دار العلوم حقانیہ

ترجمہ :--- ادارۃ الحق ۔

برصغیر کے شمال مغربی سرحدی علاقے اور کوہستانی سلسلے ہر دور میں علم و فضل کے لحاظ سے بڑے مردم خیز واقع ہوئے ہیں۔ یہاں بیشمار ایسے اکابر علم و حکمت اور اعیان رشد و ہدایت بزرگ گذرے جن کا علم و تقویٰ اور جامع کمالات شخصیت پورے عالم اسلام کے لئے موجب فخر اور لائق تحسین بن سکتی تھی۔ مگر ایک تو دور دراز سنگلاخ اور دشوار گذار علاقوں میں رہائش پھر بعض وجوہات سے عموماً تحریر و تصنیف کا موقع نہ ملنے اور پھر ان بزرگوں کی طبعی عزلت نشینی اور شہرت و نمود سے گریز نے ان کے فضائل اور کمالات کے غلغلہ کو بھی محدود رکھا نہ ان کی سوانح حیات مرتب ہوئی۔ نہ علوم و فیوض مدون ہو سکے۔ نہ انکے علمی و فکری ورثے سے عام عالم اسلام اور برصغیر کو کما حقہٗ آگاہی ہو سکی۔ پھر یہ علاقے نہ تو دینی اداروں، دار العلوموں، درسگاہوں سے شناسا تھے نہ ادھر اخباروں، تحریکوں اور جماعتوں کا رواج ہوا۔ نتیجۃً ایسے لائق افتخار اکابر و اعاظم رجال شخصیتیں پشتون علاقوں، پہاڑوں اور بستیوں کے گوشۂ خمولیت کی نذر ہو گئیں۔ گو اللہ کی بارگاہ میں ان کے مقامات عالیہ اور مدارج میں اس سے کمی نہیں آ سکی، ایسے ہی بقیۃ السلف، اور علمی لحاظ سے جامع شخصیتوں میں حضرت العلامہ مولانا خان بہادر صاحب مدظلہٗ عرف مولانا مارتونگ صاحب سابق مدرس دار العلوم سیدو شریف سوات بھی ہیں۔ جو بحمد اللہ بقید حیات ہیں۔ زندگی بھر علوم و فنون کا درس و تدریس ان کا شیوہ رہا۔ پشتون علاقوں میں معقولات اور علوم عقلیہ میں تو انہیں امامت

کا درجہ حاصل ہے۔ اسوقت اپنے دور دراز پہاڑی وطن میں مقیم ہیں۔ الحق ایسے اکابر کی سوانح اور احوال کو محفوظ کرنا چاہتا ہے۔ اس وقت خوش قسمتی سے مولانا موصوف کے ایک جید اور قابل و فاضل تلمیذ مولانا فضل مولیٰ صاحب چکیسری دارالعلوم حقانیہ میں فرائض تدریس انجام دے رہے ہیں جو ۶ سال تک مسلسل مولانا سے شرف تلمذ پا چکے ہیں پچھلے دنوں تعطیلات کے دوران انہوں نے اس غرض سے مولانا مدظلہٗ کے پاس جانے کا سفر کیا، اور کئی دن ان کے پاس ٹھہر کر ان کی سوانح پشتو زبان میں ان کی زبانی قلمبند فرمائی۔ اور ہم آج اسے پشتو سے اردو میں منتقل کرتے ہوئے قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ (س)

تاریخ ولادت | ۱۳۱۶ھ تخمیناً۔

نسب | والد کی جانب سے صدیقی اور والدہ کی جانب سے پٹھان قوم نصرت خیل پھر نصرت خیل میں خاص طور پر بیجان خیل حیدر خیل ہے۔

سکونت | مقام سکونت ڈیری مضافات دیول کماچ علاقہ چیزرئی، ضلع سوات۔

ابتدائی تعلیم | میری عمر تین برس تھی کہ میرے قبلہ گاہ والد صاحب ہندوستان چلے گئے اور وہیں لاپتہ ہو گئے بلکہ آج تک پتہ نہیں چل سکا۔ میری والدہ صاحبہ نے میری تربیت شروع کی جبکہ وہ اپنے بھائی (میرے ماموں) کے گھر پر مقیم تھیں۔ میری عمر سات برس کی ہوگئی۔ اور آٹھویں سال میں داخل ہوا تو میری والدہ محترمہ کا انتقال ہو گیا۔ میرے چچا جو مولانا شیر بہادر صاحب موضع چکیسر میں حضرت العلامہ مولانا امان اللہ خان صاحب مصنف امانیہ سے معقولات کی کتابیں پڑھتے تھے۔ میری والدہ کی وفات سے باخبر ہوئے تو فی الحال ہمارے گھر تشریف لائے اور مجھے مختلف وجوہات کی بنا پر اپنے ساتھ لے گئے۔

تقریباً ۶ ماہ کے عرصہ میں میں نے ناظرہ قرآن شریف موضع بلیانی مضافات اکازی علاقہ غیر میں ختم کیا۔ اس کے بعد چچا صاحب کی ہدایت پر موضع بلیانی کے علماء مولانا عتیق اللہ صاحب مرحوم اور مولانا عبداللہ صاحب مرحوم وغیرہ سے فارسی کتابیں مع خط و کتابت پڑھیں فارسی نظم میں میں نے زلیخا ختم کیا۔ اور مولانا عتیق اللہ صاحب سے صرف میر شروع کی۔ اور تقریباً تین ماہ میں مزید کبیر سمیت زبانی یاد کیا۔ یہیں بلیانی میں علم صرف کی کتابیں صرف بہائی، زرادی، زنجانی قلیل مدت میں پڑھیں، مراح الارواح شروع کر چکا تھا کہ میرے چچا علم صرف میں زیادہ تکمیل کی بنا پر مجھے بڈانہ گاؤں مضافات ہزارہ میں لے گئے موضع بڈانہ علم صرف کی ایک مکمل درسگاہ تھی اور یہاں ایک کامل صرفی عالم موجود تھے۔ یہاں مراح الارواح ختم کی اور

قانون کیدانی مشتمل بر رسالہ قوانین صرف حفظاً یاد کیا۔ مراح کو بھی حفظاً یاد کیا تھا۔ اور نماز مغرب سے عشاء تک ان کتابوں کا دور پورا کرتا تھا۔ پھر اپنے چچا صاحب موصوف کی معیت میں فصول اکبری بھی یاد کرلی۔

علم صرف سے فارغ ہوکر علم نحو کی کتابیں شروع کیں۔ نظم مأۃ عامل اور شرح مأۃ عامل علاقہ چھچھ میں تھوڑے عرصہ میں یاد کرلیں۔ ہدایۃ النحو نصف تک پہنچا چکا تھا کہ میرے چچا نے مجھے موضع بلیانی میں اپنے سابقہ اساتذہ کے بعد دوبارہ بلالیا۔ اور خود تحصیل علم کے سلسلہ میں دہلی جاکر وہاں کے مدرسہ نعمانیہ میں داخل لیا اس وقت وہاں کے صدر مدرس مولانا پور دل صاحب تھے۔ چچا جان وہاں مقیم ہوگئے تو پھر مجھے بھی بلالیا۔ اور بلیانی کے اساتذہ نے ایک معتمد شخص کے ساتھ مجھے دہلی بھیج دیا۔ میرے چچا نے طالب العلمی کے ساتھ ساتھ دہلی کی کسی مسجد میں امامت اختیار کرلی تھی۔ کھانا جو آتا تھا ایک ہی شخص کے لئے کافی ہوتا تھا وہ مجھے کھلا دیتے اور خود فاقے کرتے۔

ٹونک میں آمد | بالآخر فاقوں کی شدت سے تنگ آگئے تو مجھے ساتھ لیکر ٹونک چلے گئے اس وقت ٹونک کی حکومت اور ولایت جناب ابراہیم خان کے ہاتھ میں تھی۔ شہر میں دو دینی مدرسے تھے ایک مدرسہ جس کا نام مدرسۂ قافلہ تھا۔ نواب صاحب کے بھائی جرنل عبدالرحیم خان کی نگرانی میں تھا۔ اور جناب مولانا سیف الرحمان صاحب جو علاقہ ہشتنگر چارسدہ کے باشندے تھے۔ اس کے صدر مدرس تھے۔ اور دوسرا مدرسہ خود نواب صاحب چلا رہے تھے جس کا نام مدرسۂ خلیلیہ تھا۔ اس کے صدر اور سرپرست حضرت مولانا حکیم برکات احمد صاحبؒ ٹونکی تھے جو حضرت مولانا عبدالحق خیرآبادی کے براہ راست شاگرد تھے۔ یہاں فنون معقولات کے لئے اور اساتذہ مقرر تھے اور مہتمم مدرسہ حضرت مولانا موصوف متقدمین کی کتابیں مثلاً افق المبین، شفاء اور اشارات خود پڑھاتے تھے۔ کبھی کبھار جب حمد اللہ اور قاضی کا درس دینے لگتے تو اطراف واکناف سے طلبہ بڑی کثرت سے جمع ہوجاتے مگر ہمارا داخلہ مدرسہ قافلہ میں ہوا۔ اور اسکی وجہ یہ ہوئی کہ وہاں کے صدر مدرس مولانا سیف الرحمان صاحب سے وطن سے واپسی میں سفر میں ساتھ ہوگیا۔ اور ان کی معرفت ہم نے مدرسہ قافلہ میں داخلہ لیا۔ میں نے اس مدرسہ میں تین سال گزارے پہلے سال میں کافیہ اور دوسرے سال شرح ملا جامی مولوی کلن صاحب سے پڑھیں۔ جو اس زمانہ میں ایک ممتاز نحوی تھے۔ اور ان دو سالوں میں منطق کے بعض رسائل ایساغوجی شرح تہذیب ملا حسن میبذی وغیرہ بھی پڑھے۔ اس اثناء میں حکیم مولانا برکات احمد صاحب نے اپنے صاحبزادہ کو شرح جامی کا درس دینا شروع کیا یہ درس ان کی ڈیوڑھی میں ہوتا اور اونچے درجہ کے طلبا اس میں تبرکاً بڑی کثرت سے شرکت کرتے تو میں نے بھی حضرت حکیم صاحب کے صاحبزادہ کی معیت میں ان کا شرف تلمذ حاصل کیا اور دوسرے سال کے آخر میں مولانا حیدر حسن صاحب ٹونکی

سے جو مشاہیر علماء میں سے اور مدرسہ قافلہ کے نائب صدر تھے۔ حمد اللہ کا کچھ ابتدائی حصہ پڑھا۔ نیز اس مدرسہ میں مولانا محمد مصطفیٰ صاحب سے حساب اور مولانا حسن رضا صاحب سے سکندر نامہ پڑھا جو فارسی میں نہایت مشہور تھے، جبکہ اول الذکر حساب میں مشاہیر علماء میں سے تھے۔

ابھی ہم ٹونک میں تھے کہ حضرت مولانا سیف الرحمٰن صاحب کو مدرسہ فتح پوری دہلی کے اراکین نے سو روپیہ مشاہرہ پر طلب کیا۔ ٹونک میں آپ کا مشاہرہ چالیس روپیہ تھا۔ مولانا حکیم برکات احمد صاحب چونکہ نواب ٹونک کے خصوصی طبیب تھے۔ اس وجہ سے ان کا مشاہرہ تین سو روپے ماہوار تھا۔

حضرت مولانا سیف الرحمان صاحب کے فتح پوری مدرسہ تشریف لے جانے کے بعد تین ماہ کی مدت گذری تھی کہ میرے چچا صاحب بغرض علاج سورت رانڈیر ایک پشتون حکیم کے پاس گئے۔

مدرسہ فتح پوری دہلی میں | مدرسہ فتح پوری دہلی میں میرا امتحان داخلہ سیبویہ کے فصل البطال جذلا تیجزی میں مولانا سیف الرحمان صاحب مرحوم نے خود لیا۔ اس موقعہ پر میں نے حضرت مولانا کے مشکل سے مشکل سوالات کا برجستہ جواب دیا۔ تو بعد میں حضرت مولانا صاحب اکثر اپنی مجالس میں ذہانت کے لحاظ سے مجھے برق خاطف کہتے تھے۔ امتحان داخلہ کے بعد مجھے داخل کیا گیا۔ یہ سنہ ۱۳۳۰ھ کی بات ہے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ فنون کی اونچی کتابیں پڑھنے کی غرض سے علمی طبقوں کا رجحان مدرسہ عالیہ رامپور کی طرف بہت زیادہ تھا۔

مولانا قطب الدین عوز غشتی | ہمارے حضرت مولانا سیف الرحمان صاحب کی تجویز ہوئی کہ فتحپوری میں ایک ایسا جید مستند معتمد عالم لایا جائے، جو طلبہ کا مرجع ہو اور مدرسہ کی طرف رامپور کی طرح طلبہ کا رجحان پیدا ہو سکے۔ اس تجویز کی بنا پر عوز غشتی (چھچھ) کے مشہور عالم مولانا قطب الدین صاحب کو ۵۰ روپے ماہوار پر دعوت دی گئی۔ مولانا قطب الدین ایک معزز علمی خاندان اور مہمان نواز گھرانہ کے فرد تھے اور بے حد مقروض ہو گئے تھے۔ اس لئے مجبوراً فتح پوری کی دعوت قبول کی ابھی یہاں حضرت موصوف مرحوم کو ایک سال ہی گذرا تھا کہ مدرسہ کے اطراف واکناف سے یہاں تک کہ رامپور سے بھی طلبہ کھنچنے لگے اور فتح پوری مدرسہ علمی لحاظ سے علوم و فنون کے لحاظ سے سارے ہندوستان کا مرکز بن گیا۔

مولانا قطب الدین کا علمی مقام | مولانا کے تدریس کے دوسرے سال مدرسہ کے اپنے طلبہ کے علاوہ ایک سو چالیس اونچی استعداد کے طلباء رامپور وغیرہ سے یہاں جمع ہو گئے۔ مولانا سیف الرحمان اور مولانا قطب الدین صاحب ہر دو حضرات نے دورۂ حدیث قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب سے پڑھا تھا۔ اور حضرت مولانا سیف الرحمان اس زمانہ میں مشاہیر محدثین میں سے تھے۔ لہٰذا دورۂ حدیث کی کتابیں آپ ہی پڑھاتے۔ ایک دفعہ جب حضرت مولانا صاحب علیل ہو گئے۔ اور بیماری ممتد ہو گئی تو آپ نے دورۂ حدیث

کے طلبہ کو حکم دیا کہ میری بیماری کے دوران دورۂ حدیث شریف کے اسباق مولانا قطب الدین صاحب سے شروع کریں۔ طلبہ نے حضرت مولانا قطب الدین صاحب کی خدمت میں یہ درخواست پیش کر دی کہ مولانا نے اجازت دی ہے۔ تو حضرت مولانا قطب الدین صاحب نے کتابوں میں اسباق کی جگہ معلوم کئے بغیر فرمایا کہ کل انشاء اللہ پڑھاؤں گا۔ کل تشریف لائے۔ جگہ دریافت کی۔ اور فی البدیہہ کامل تحقیق مذاہب اور تفصیل تطبیق احادیث نیز ترجیح مذہب امام ابوحنیفہ میں تقریر کی تو طلباء متحیر ہو گئے کہ ہم تو انہیں ایک فلسفی عالم سمجھے تھے۔ مگر آپ تو احادیث کے بھی سمندر نکلے۔ چند دن آپ سے دورۂ حدیث پڑھنے کے بعد طلباء کی رائے یہ ہوئی کہ آپ حضرت مولانا سیف الرحمٰن سے تحقیقات فرمانے میں بڑھ کر ہیں۔ الغرض داخلہ کے بعد میں تین سال مدرسہ فتح پوری پڑھتا رہا۔ اور اس عرصہ میں حمد اللہ، میرزا قطبی، میرزاہد، ملا جلال، قاضی مبارک صدرا، میر کلاں، تصریح، اقلیدس پڑھیں۔ سوائے تصریح کے جو میں نے مولانا عبدالمنان صاحب باجوڑی سے پڑھی باقی یہ سب کتابیں مولانا قطب الدین صاحب سے پڑھیں۔

مولانا پوردل صاحب میری اس سہ سالہ مدت طالب العلمی میں ایک مرتبہ مولانا قطب الدین صاحب بعض مجبوریوں کی بناء پر گھر سے نہ آسکے اور مدرسہ سے معذرت کی تو مولانا سیف الرحمان صاحب نے مولانا کی جگہ مدرسہ نعمانیہ دہلی کے صدر مولانا پوردل قندہاری کو ۵۰ روپے ماہوار پر طلب فرمایا، اور انہوں نے بخوشی دعوت قبول کی۔ مدرسہ نعمانیہ میں ان کی تنخواہ چالیس روپے تھی۔ جب مولانا نے یہاں آکر تدریس شروع کی تو دوسرے دن مدرسہ نعمانیہ کے مہتمم معہ اپنے اہل وعیال کی منت سماجت کرنے مولانا کے پاس حاضر ہوئے اور تنخواہ بھی دس روپے بڑھادی اور انہیں اپنے مدرسہ میں واپس آنے پر مجبور کیا۔ اور مولانا پوردل صاحب ان وجوہات کی بناء پر مدرسہ نعمانیہ ہی میں رہ گئے۔ بعد میں جب کوئی پوچھتا کہ آپ نے کیوں رائے بدل دی تو مولانا کی طبیعت میں ظرافت بھی تھی اور اردو بھی گلابی سی تھی۔ تو فرماتے کہ "پچاس ادھر ہو گیا پچاس اُدھر ہو گیا اور بندہ حیران ہو گیا۔"

مولانا غلام نبی گلاؤٹھی اور مولانا قاضی پوری صاحب ان کے بعد مولانا سیف الرحمان صاحب نے مولانا قطب الدین صاحب کی جگہ پر ان کے ایک تلمیذ خاص مولانا غلام نبی صاحب گلاؤٹھی ضلع بلند شہر کو طلب کیا مولانا غلام نبی صاحب کی تبحر علمی کی وجہ سے مولانا سیف الرحمٰن صاحب انہیں علم کا تھیلا کہتے۔ اتفاق کی بات کہ مولانا غلام نبی صاحب بھی دو ہفتے کے بعد مدرسہ چھوڑ کر چلے گئے۔ تو مولانا سیف الرحمان صاحب نے اکثر طلبہ کے مشورہ پر علاقہ چھچھ کے موضع قاضی پور سے قاضی پور مولوی صاحب کو دعوت دی جو ایک ممتاز عالم تھے۔ مولوی صاحب فتح پور تشریف لائے۔ مگر چونکہ طلبہ منتہی تھے۔ اور بکثرت اسباق میں شبہات اور

اعتراضات کرتے رہتے اور قاضی پوری مولوی صاحب کے اردو تلفظ میں مادری زبان ہند کو بھی مخلوط ہوتی لہٰذا ہر طالب العلم کے اعتراض کا مولانا صاحب کی طرف سے میں مسکت جواب دیتا اور مولانا صاحب میرے حق میں بڑی دعائیں دیتے اور مجھ سے بے حد راضی رہتے۔ لیکن مولانا موصوف بھی جب بعض وجوہات کی بناء پر ایک ماہ بعد مدرسہ چھوڑ کر چلے گئے تو مولانا سیف الرحمان نے ایک بار پھر سخت اصرار اور التجا کی، مولانا قطب الدین صاحب سے التجاء ظاہر کی۔ مولانا قطب الدین صاحب مجبوراً اسی تمنا اور التجاء کو پورا کرنے سال کے دوران ہی مدرسہ فتح پوری دوبارہ تشریف لائے اور عہدۂ مدرسی سنبھالا۔

مولانا عبید اللہ سندھی | مدرسہ فتح پوری میں میرا دوسرا یا تیسرا سال تھا کہ مولانا عبید اللہ سندھی صاحب نے مدرسہ کے شمالی دروازہ کے اوپر والی عمارت کرایہ پر لی۔ اور اس عمارت میں رہنے لگے ان کی آنکھوں میں عجیب قسم کی چمک اور شوخی تھی۔ آپ کی نشست اسی عمارت میں ہوتی اور فارغ التحصیل طلباء کو تکمیل کے طور پر حجۃ اللہ البالغہ کا درس دیتے اور ہر طالب العلم کو درجۂ تکمیل میں پچاس روپے ماہوار وظیفہ دیتے۔

خفیہ مشورے اور سفر کابل | جب حضرت مولانا سیف الرحمان صاحب اپنے اسباق سے فارغ ہوجاتے تو وہ اور مولانا سندھی مسجد فتح پوری کے محراب میں خفیہ مشورے کرنے لگتے، کسی کو ان باتوں کی خبر نہ ہوتی، نتیجہ یہ ظاہر ہوا کہ مولانا سیف الرحمٰن صاحب نے انگریزی فوج میں بھرتی ہونے کے بارہ میں فتویٰ مرتب کیا اور اسکی اشاعت ایک معتمد ذمہ دار شخص کے سپرد کردی۔ خود اس فتویٰ کی اشاعت سے تین روز قبل حضرت حاجی صاحب ترنگ زئی مرحوم کے پاس مہمند اور پھر وہاں سے کابل چلے گئے۔ حضرت مولانا عبید اللہ سندھی اس کے چند روز بعد کابل تشریف لے گئے۔ اور مولانا شیخ الہندؒ نے عرب کیطرف ہجرت فرمائی۔ ان دنوں خلافت کمیٹی کے جلسوں کی گرمی مولانا شوکت علی اور مولانا محمد علی کے دم سے تھی۔ اور مولانا آزاد جو امام الہند کے نام سے ملقب تھے، کبھی کبھی کلکتہ سے ان جلسوں میں شرکت کرنے دہلی آتے۔

منڈو میں قیام | تین سال گذرے تھے کہ مولانا قطب الدین صاحب غور غشتیؒ کو منڈو ضلع علی گڑھ میں مولانا ماجد علی صاحب مشہور محدث اور معقولی عالم کی جگہ منصب صدارت پر طلب کیا گیا۔ میں بھی سنہ ۱۳۳۴ھ میں مولانا صاحب کے ساتھ منڈو چلا گیا۔ اور مولانا عبد السلام قندھاری (جو میرے ہمعصر) تھے بھی ساتھ ہی تھے جنہیں معقولات کی اکثر کتابیں ازبر تھیں۔ اور غضب کا حافظہ تھا۔ وہاں میں اور مولانا عبد السلام قندھاری، اور درجۂ علیا کے دیگر طلبہ نے شرح مطالع از اول تا بحث تناقض اور شرح اشارات از اول تا نمط تاسع، خیالی اور شرح چغمینی پڑھیں۔

رفاقت اور علمی نوک جھونک | شرح اشارات کے درس کے دوران تقریباً تین ماہ تک میرے اور

مولانا عبدالسلام قندھاری کے درمیان علمی نوک جھونک اور مناظرے جاری رہتے، جب ہمارے مناظرے طول پکڑ گئے اور رفقاءِ درس طلباء تنگ آگئے، تو مولانا قطب الدین صاحب سے درخواست کی کہ ہم تو آپ سے پڑھنے آئے ہیں ان دونوں کے مناظرے سننے تو نہیں آئے۔ مولانا صاحب نے فرمایا جاہلو امیرے پڑھانے سے ان دونوں کے یہ مناظرے تمہارے لئے زیادہ مفید ہیں۔ اس طرح آپ کو بہت سے علوم مستحضر ہو جاتے ہیں۔ اس وجہ سے منڈو میں پٹھان طلبہ آدھے میرے اور آدھے مولانا عبدالسلام کے طلبہ ہوتے۔ چونکہ مولانا عبدالسلام اردو نہیں جانتے تھے، اس لئے ہندوستانی اور بنگالی طلباء بھی میرا ساتھ دیتے۔ دونوں کے طلباء میں اختلاف رہتا۔ میرے طلباء مجھے ترجیح دیتے تھے۔ اور مولانا کے شاگرد انہیں پڑھاتے رہتے۔ اسی باہمی تفاضل کا اختلاف بڑھتے بڑھتے شدت اختیار کر گیا۔ تو مولانا قطب الدین کو اس بارہ میں فیصلہ کرنے کا حکم بنایا کہ ان کے فیصلے پر عمل ہوگا۔

ایک دن دونوں جماعتوں کے نمائندہ افراد نماز عصر کے بعد اس امر کا فیصلہ کرانے مولانا قطب الدین صاحب کے پاس جمع ہو گئے۔ مولانا نے یہ کہہ کر ٹالنا چاہا کہ دونوں ذہین ہیں۔ آپ جائیں اور یہ اختلاف چھوڑ دیں۔ لیکن طلباء نے اس پر اکتفاء نہ کیا اور اصرار بڑھتا گیا کہ ضرور فیصلہ فرما دیں ورنہ اختلاف مزید بڑھ جانے کا خطرہ ہے۔ تو حضرت مولانا نے مجبوراً فرمایا کہ: مولانا عبدالسلام کی معلومات اتنی ہیں کہ اگر کسی ایک مقام پر بحث شروع کر دیں تو ایک دن میں بھی ان کی تحقیقات ختم نہیں ہو سکیں گی۔ اس لئے کہ ان کا حافظہ بہت زیادہ ہے۔ اور اگر مولوی خان بہادر کسی ایک مقام کے توجیہات شروع کر دیں تو کمال ذہانت کی وجہ سے ان کی توجیہات کئی روز تک ختم نہ ہو سکیں گی۔ کیونکہ یہ زیادت ذہانت کی بناء پر مجتہد ہیں۔ خلاصہ یہ کہ مولانا عبدالسلام صاحب حافظ ہیں۔ اور مولانا خان بہادر مجتہد ہیں — الغرض منڈو میں میں نے تین سال گذارے اور ۱۳۳۵ھ میں میں دیوبند چلا گیا۔   (باقی آئندہ)

★— غصہ تھوڑی دیر کی اور غرور ہمیشہ کی دیوانگی ہے۔

★— دلکش کتب سے بہتر اور کوئی سامانِ آرائش نہیں ہوتا۔

★— برداشت عقلمند آدمی کا وہ صبر ہے، جس کا مظاہرہ وہ جاہل کی باتیں سننے کے وقت کرتا ہے۔

★— دلائل کو مضبوط کرنے کی بجائے آواز کو بلند نہیں کرنا چاہیے۔

★— دلائل جتنے کمزور ہوں گے، الفاظ اتنے ہی سخت ہوں گے۔

★— عقلمند دوسروں کی اور بیوقوف اپنی غلطیوں سے سبق سیکھتے ہیں۔

خنزیر کے نقصانات

★ ——— ڈاکٹر محمد الیاس یحیٰ ماہر امراض قلب
ایم۔ بی۔ بی۔ ایس۔ محمدی ہسپتال پشاور
● ——— جناب وحید الدین خان صاحب

قرآن مجید میں صراحت کے ساتھ حرمت لحم خنزیر کی آتی ہے۔ اور فقہاء امت کا اجماع ہے کہ سوٗر کا صرف گوشت نہیں بلکہ اس کی چربی، ہڈی، کھال، بال سب ہی حرام ہیں۔ فقہی احکام اور شرعی حرمت سے قطع نظر، خنزیر ہے ہی ایسی نجس چیز کہ خود فطرت سلیم اسے گندہ سمجھتی ہے۔ اور نظافت طبع کو اس کی جانب رغبت کرنے سے کراہت آتی ہے۔ یہاں تک کہ عربی فیلالوجی کے بعض ماہرین کا خیال ہے کہ لفظ خنزیر خنذ المتیئ (وہ چیز گندی ہوگئی ہو) سے بنا ہے۔ انگریزی زبان میں بھی جتنے نام اس جانور کے مثلاً ——— PIG HOGSWINE یا اس جانور کے گوشت کے لیئے ہیں۔ مثلاً HAM PARK BACON ہیں وہ بھی سب کے سب دلالت ثانوی گندگی و غلاظت پر کرتے ہیں۔

سوٗر کی ناپاکی اور گندگی اتنی روشن اور عیاں ہے کہ بعض پرانی قومیں مثلاً اہل مصر بھی اسے نجس سمجھتی رہی ہیں بلکہ خود یہود کے ہاں بھی یہ حرام تھا۔ آج مسیحی قومیں جس ذوق وشوق سے یہ گندہ گوشت تازہ اور خشک دونوں صورتوں میں کھایا کرتی ہیں۔ اور اس کی چربی سے جو طرح طرح کے کام لیتی رہتی ہیں۔ اسے دیکھ کر تو بڑا ہی تعجب ہوتا ہے۔ اس لئے کہ اس کی حرمت اور نجاست صراحت کے ساتھ بائبل میں موجود ہے۔ "اور سوٗر بھی کہ اس کے کھر چرے ہوئے ہیں۔ یہ جگالی نہیں کرتا اور یہی تمہارے لیئے ناپاک ہے۔ تم اس کا گوشت نہ کھائیو نہ اسکی لاش کو ہاتھ لگائیو۔ (استثناء ۱۴ : ۸)۔ (تفسیر ماجدی)

سوٗر کے گوشت میں کس قدر طبی نقصانات ہیں۔ اس کا اندازہ زیر نظر مضمون سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔ یہ مضمون جناب ڈاکٹر محمد الیاس یحیٰ صاحب نے ارسال کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے خنزیر کو صراحتاً حرام قرار دے کر انسان کو بہت ہی زیادہ مہلک اثرات سے روکا ہے۔

ادارہ

★ ـــ اللہ پاک نے قرآن مجید میں فرمایا ہے۔ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ۔ (اس نے

تم پر حرام کئے ہیں. مردار اور خون اور سور کا گوشت۔ پارہ ۲ رکوع ۵

ہم جانتے ہیں کہ خنزیر کا گوشت کھانے سے لوگوں کے اخلاق پر برا اثر پڑتا ہے، بے حیائی پیدا ہوتی ہے۔ اور معاشرے میں برائیاں پھیلتی ہیں۔ جو قومیں یہ گوشت کھاتی ہیں، ان کی اخلاقی پستی ہم پر عیاں ہے۔ خنزیر کا گوشت کھانے سے بے شمار بیماریاں پیدا ہوتی ہیں جو معدہ، آنتوں، جگر، پٹھے، پھیپھڑے اور دماغ کو نقصان پہنچاتی ہیں۔ ان میں سے کچھ بیماریاں اس جانور کے پالنے سے انسانوں اور جانوروں کو لگ جاتی ہیں۔

قسم اول :- وہ بیماریاں جو کیڑوں کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں اور یہ انسان کے جسم میں پلتے ہیں PARASITE مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ چپٹا کیڑا[1] :- CYSTICERCUS اس کیڑے کے انڈے (TAENIA SOLIUM) (خاص حالت میں) یہ جانور کے گوشت میں ہوتے ہیں۔ اور کھانے کے بعد یہ انسان کے معدے اور آنتوں سے ہو کر کھال کے نیچے پٹھوں اور دماغ میں جا کر بستے ہیں۔ آنتوں میں ان کی لمبائی ۸ فٹ ہوتی ہے۔ دماغ میں یہ کمزوری کے علاوہ مرگی بھی پیدا کرتے ہیں۔

۲۔ گول کیڑا[2] (TRICHINELLA SPIRALIS) یہ بھی اس جانور کا گوشت کھانے سے انسان کے پٹھوں اور دماغ میں رہتا ہے۔ یہ دو ملی میٹر لمبائی کا ہوتا ہے۔ اور جسم کی کمزوری، غشی، مرگی اور فالج پیدا کرتا ہے۔ اس بیماری کا علاج تسلی بخش نہیں ہے۔ اور کچھ لوگ بیماری کی تاب نہ لا کر مر جاتے ہیں۔

۳۔ کتے کا کیڑا (ECHINOCOCCUS) یہ بیماری بھی خنزیر سے انسان کو لگ جاتی ہے۔ اور جگر، گردے اور پھیپھڑوں میں بڑے بڑے تول (CYST) بناتا ہے۔ جو ۱۵ یا ۲۰ سال تک رہتے ہیں۔

قسم دوم :- یک خلیہ جراثیم (PROTOZOAN)

۱۔ امیبا (AMOEBA) جو آنتوں اور جگر کی شدید بیماری پیدا کرتے ہیں اور مریض کی موت واقع ہو سکتی ہے۔ cII, 380. Toxoplasma.

---

[1] جن ملکوں میں یہ کیڑا پایا جاتا ہے۔ وہاں دماغ میں رسولیاں ۱۰ فیصدی اسی کیڑے کی وجہ سے ہوتی ہیں۔ [2] ۱۹۴۷ء کی شمار سے معلوم ہوا تھا کہ ۲ کروڑ ۷۰ لاکھ انسان اس بیماری میں مبتلا ہیں — ۳/۴ امریکہ میں۔

۲۔ دم دار خلیہ (TRYPNOSOMA) یہ مہلک بیماری دماغ کو نقصان پہنچاتی ہے۔ اور غدود بھی بڑھ جاتے ہیں۔ چند مہینوں میں یہ بیماری بہت پھیل جاتی ہے۔ اور جان لیوا بھی ثابت ہو سکتی ہے۔

قسم سوم ، نباتاتی جراثیم (FUNGUS) یہ بیماریاں خنزیر کے ذریعے انسانوں کو لگ جاتی ہیں۔ کچھ بیماریاں نہایت طویل اور لاعلاج ہیں۔

۱۔ پھیپھڑوں کی بیماری (ASPERGILLOSIS)۔

۲۔ جگر، تلی، پھیپھڑے اور غدود کی بیماری۔ (HISTOPLASMOSIS)

۳۔ آنتوں اور پھیپھڑوں کی بیماری۔ (ACTINOMYCOSIS)

۴۔ پھیپھڑے، غدود اور ہڈیوں کی بیماری۔ (COCCIDIOIDOMYCOSIS)

۵۔ کھال، پھیپھڑے اور دماغ کی بیماری۔ (CRYPTOCOCCOSIS)

۶۔ کھال، پھیپھڑے اور دماغ کی بیماری۔ (NOCARDIOSIS)

قسم چہارم :۔ جراثیم۔ مختلف جراثیمی بیماریاں خنزیر سے انسان کو لگ جاتی ہیں۔

۱۔ انسانوں (جانوروں اور پرندوں) کی تپ دق۔ اس بیماری کے بارے میں تو آپ لوگ کافی جانتے ہیں۔

۲۔ میعادی بخار۔

۳۔ غدودوں کی بیماری۔ (MELOIDOSIS BRUCELLOSIS)

۴۔ کھال کی بیماری۔ (ANTHRAX اور GAS-GANGRENE، ERYSIPELAS)

قسم پنجم :۔ خلیہ خور (VIRUS) یہ نہایت ہی چھوٹے جراثیم بھی کئی بیماریاں پیدا کرتے ہیں۔ جو خنزیر سے انسان کو بھی لگ جاتی ہیں۔ مثلاً :

۱۔ انفلوئنزا

۲۔ باؤلے کتے کی بیماری (RABIES)

۳۔ دماغ کی جھلیوں کی بیماری (FOOTHDIS & MOUTH) جو انسانوں کو بھی لگ جاتی ہے۔ انگلستان کی حالیہ جانوروں کی وباء میں ہزاروں جانور مر گئے تھے اور ہزاروں مار کر دفن کر دیئے گئے تھے۔ یہ عین ممکن ہے کہ یہ وباء بھی ایک خنزیر سے پھیلی تھی۔ (۵۰۰۰۰ جانور ہلاک ہوئے۔)

آپ ہی بتایئے کہ ایسی خوراک جس کو اسلام نے حرام قرار دیا ہے۔ جو معاشرے کے لئے مضر ہے۔ اور جس سے بیشمار بیماریاں پھیلتی ہیں۔ اس کے کھانے سے مسلمانوں کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔

★

• کتاب الٰہی میں انسان کے لئے جو مینو بتایا گیا ہے۔ اس کے مطابق خون ہمارے لئے حرام ہے۔ نزول کتاب کے وقت تک انسان اس قانون کی غذائی اہمیت سے بے خبر تھا۔ لیکن بعد کو جب سائنسی طور پر خون کے اجزار کی تحلیل کی گئی تو معلوم ہوا، کہ یہ قانون نہایت اہم مصلحت پر مبنی تھا۔ سائنسی تجزیہ نے اس کو رد نہیں کیا بلکہ اس کی معنویت ہم پر واضح کی ــــ یہ تجزیہ بتاتا ہے کہ خون میں کثرت سے یورک ایسڈ (URIC ACID) موجود ہے جو ایک تیزابی مادہ ہونے کی وجہ سے خطرناک زہریلی تاثیر اپنے اندر رکھتا ہے اور غذا کے طور پر اس کا استعمال سخت مضر ہے۔ ذبیحہ کا مخصوص طریقہ جو اسلام میں بتایا گیا ہے۔ اس کی مصلحت بھی یہی ہے اسلامی اصطلاح میں ذبیحہ سے مراد جانور کو خدا کے نام پر ایسے طریقہ سے ذبح کرنا ہے، جس سے اس کے جسم کا سارا خون نکل جائے۔ اور یہ اسی طرح ممکن ہے کہ جانور کی صرف شہ رگ کو کاٹا جائے۔ لیکن گردن کی رگوں کو قائم رکھا جائے۔ تاکہ مذبوحہ کے دل اور دماغ کے درمیان موت تک تعلق قائم رہے۔ اور جانور کی موت کا باعث صرف کامل اخراج خون ہو نہ کہ کسی اعضائے رئیسہ پر صدمہ کا پہنچنا۔ کیونکہ کسی اعضائے رئیسہ مثلاً دماغ، دل یا جگر کے صدمہ رسیدہ ہونے سے فی الفور موت تو وارد ہو جاتی ہے۔ لیکن ایسی صورت میں خون آناً فاناً جسم میں منجمد ہو کر تمام گوشت میں سرایت کر جاتا ہے۔ اور سارا گوشت یورک ایسڈ کی آمیزش کی وجہ سے زہریلا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح سور کو بھی حرام کیا گیا۔ زمانہ قدیم میں انسان کو اس کے بارے میں کچھ زیادہ معلوم نہ تھا۔ مگر جدید طبی تحقیقات نے بتایا ہے کہ اس کے اندر بہت سے نقصانات ہیں۔ مثلاً مذکورہ بالا یورک ایسڈ جو ایک زہریلا مادہ ہے۔ اور ہر جاندار کے خون میں موجود رہتا ہے۔ وہ اور جانداروں کے جسم سے تو خارج ہو جاتا ہے۔ مگر سور کے اندر سے خارج نہیں ہوتا۔ گردے جو ہر انسانی جسم میں ہوتے ہیں۔ وہ اس زہریلے مادے کو پیشاب کے ذریعہ خارج کرتے رہتے ہیں۔ انسانی جسم اس مادے کو نوّے فیصدی خارج کر دیتے ہیں۔ مگر سور کے جسم کے عضلات کی ساخت کچھ اس قسم کی واقع ہوئی ہے کہ اس کے خون کا یورک ایسڈ صرف دو فیصدی ہی خارج ہو پاتا ہے۔ اور بقیہ حصہ اس کے جسم کا جزو بنا رہتا ہے۔ چنانچہ سور خود بھی جوڑوں کے درد میں مبتلا رہتا ہے اور اس کا گوشت کھانے والے بھی وجع المفاصل جیسی بیماریوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ یہاں یہ بات سمجھ لینی چاہئے کہ کوئی غذا، خواہ وہ مفید ہو یا مضر، جب اسکی تاثیرات بتائی جاتی ہیں۔ تو یہ صرف اس کی انفرادی تاثیر کا بیان ہوتا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جب وہ کھائی جائے تو لازمی طور پر فوراً ہر شخص میں وہی اثر بھی ظاہر کرے جو انفرادی مطالعہ میں ہم نے اسکے اندر پایا تھا۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ آدمی عموماً کسی چیز کو تنہا شکل میں اسطرح نہیں کھاتا کہ صرف اسی کو اکیلے عمل کرنے کا موقع ملے بلکہ مختلف چیزوں کیساتھ ایک چیز کو پیٹ میں داخل کرتا ہے۔ اسی طرح اور بھی اسباب ہیں جن کی وجہ سے ایسا ہوتا ہے کہ مختلف چیزوں کے عمل اور رد عمل سے اکثر ایک چیز کی انفرادی تاثیر گھٹ جاتی ہے۔ اور بعض اوقات ختم بھی ہو جاتی ہے۔ تاہم جب کسی چیز کی ذاتی خصوصیات کا تجزیہ کیا جائے تو وہی بات کہی جائے گی، جو انفرادی طور پر اس کے اندر ثابت ہو رہی ہو ــــــ۔

نماز

پورے اسلام کی میزان

حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہٗ دامت برکاتہم مہتمم دارالعلوم دیوبند نے مدرسہ خیر المدارس جالندھر (حال ملتان) کے بارھویں سالانہ جلسہ منعقدہ ۱۳۶۱ھ کو فلسفہ نماز کے عنوان سے ایک جامع تقریر فرمائی تھی۔ جو ایک سو بڑے سائز کے صفحات پر شائع ہوئی۔ احقر قارئین کے استفادہ کی خاطر اس کے ص۲۸ تا ص۱۰۰ تک کا خلاصہ پیش کر رہا ہے۔ یہ خلاصہ حضرت صاحب تقریر کی نظروں سے بھی گذارا گیا ہے۔

(محمد اقبال قریشی ہارون آبادی)

★

<u>نماز میں عبادت کا پہلو</u> | شرعاً عبادت کے معنی غایت تذلل یعنی ایسی انتہائی ذلت اختیار کرنے کے ہیں۔ جس کے آگے ذلت کا کوئی درجہ باقی نہ رہے۔ نماز میں دو ہی بنیادی چیزیں ہیں۔ ایک اذکار جو زبان سے متعلق ہیں اور ایک ہیئات جو اعضاء بدن اور جوارح سے متعلق ہیں۔ اذکار میں ثناء سے لے کر فاتحہ سورت تک، پھر تسبیحات سے لے کر التحیات تشہد تک اپنی عبودیت، غلامی اور فدویت یا اللہ کی عظمت اور برتری اور لامحدود بزرگی کے اور کسی چیز کا بیان نہیں ہوتا۔ اور ہیئات کے لحاظ سے نیازمندانہ سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا۔ پھر رکوع میں جھکنا اور آخر کار اپنی سب سے زیادہ باعزت چیز پیشانی کو اپنے معبود کے سامنے خاک پر ٹیک دینا اور اسکی عزت مطلقہ کے سامنے اپنی ذلت مطلقہ کا عملاً ہیئۃً اعتراف ہے۔ جو عبادت کا اصل مقصود یعنی خدا کے آگے اپنی انتہائی ذلت اور رسوائی ہے۔

<u>نماز تمام کائنات کی عبادات کو جامع ہے</u> | ارشاد ربانی ہے: كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ۔ یعنی ہر ایک نے اپنی نماز اور تسبیح کو جان لیا ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب دہلویؒ

نے اپنی بعض مصنفات میں تصریح کی ہے کہ ہر ایک چیز کی نماز کی ہیئت اسکی خلقت کے مناسب حال رکھی گئی ہے، تاکہ اسکی نماز اسکی خلقی وضع قطع سے طبعاً ادا ہوتی رہے۔ مثلاً درختوں کی نماز قیام ہے انکی صورت نوعیہ ایسی بنائی گئی ہے کہ وہ گویا اپنی ساق پر کھڑے ہوئے قیام کے ساتھ نماز ادا کر رہے ہیں۔۔۔ چوپایوں کی نماز رکوع ہے کہ وہ گویا ہر وقت اللہ کے سامنے رکوع میں جھکے ہوئے ہیں۔ جس سے انحراف نہیں کر سکتے۔ پھر حشرات الارض یعنی رینگنے والے اور پیٹ کے بل سٹک کر چلنے والے کیڑے مکوڑوں مثلاً سانپ، بچھو، چھپکلی اور کیڑے مکوڑے کی نماز بصورت سجدہ ہے۔ انکی خلقی ہیئت سجدہ نماز بنائی گئی ہے۔ کہ وہ اوندھے اور سرنگوں میں رہتے ہیں۔ گویا ہر وقت اللہ کے سامنے سر بسجود اور سرنگوں رہتے ہیں۔ گویا ہر وقت اللہ کے سامنے سر بسجود اور سرنگوں ہیں۔ پھر جبال اور پہاڑوں کی نماز بحالت تشہد وقعود ہے گویا یہ ہر وقت زمین پر دو زانوں جمے بیٹھے ہیں۔ اور ہمہ وقت التحیات میں ہیں۔ پھر اڑنے والے پرندوں کی نماز انتقالات ہیں کہ نیچے سے اوپر اور اوپر سے نیچے منتقل ہوتے ہیں، جیسے انسان قیام سے قعود اور قعود سے قیام کی طرف منتقل ہوتا ہے۔ پرندوں کے انتقالات ہی عبادت میں شمار ہوتے ہیں۔ پھر سیاروں اور آسمانوں کی نماز دوران اور گردش ہے۔ کہ ایک نقطہ سے گھوم کر پھر اسی نقطہ پر آجاتے ہیں۔ جیسا نمازی ایک رکعت پڑھ کر پھر عود کرتا ہے۔ پھر زمین کی نماز تکوینی جمود اور سکون ہے۔ گویا ساکت اور صامت ہو کر اپنے مرکز پہ جمی ہے۔ جو انتہائی تذلل اور خشوع ہے۔ پھر جنت و نار کی نماز سوال ہے کہ اے اللہ ہمیں ہمارے مکان کو پر کر دے، پھر ملائکہ کی نماز اصطفاف یعنی صف بندی ہے۔ کہ وہ قطار در قطار جمع ہو کر یاد الہٰی میں مصروف رہتے ہیں۔۔۔۔۔

پھر یہی سب ہیئتیں جو ان جمادات ونباتات وحیوانات اور ملائکہ میں منقسم ہیں۔ بنی آدم اور دنیا کی مختلف اقوام میں تقسیم کی گئی ہیں۔ مثلاً کسی قوم کی نماز محض قیام، کسی قوم کی نماز نیم قیام کے گھٹنوں کے بل ڈنڈوت کھیلنا، کسی قوم کی نماز محض رکوع، کسی قوم کی نماز اوندھا لیٹ جانا (یعنی سجدہ) اور کسی قوم کی نماز قعود ہے، لیکن مسلم قوم کی نماز مجموعہ صلوٰۃ اقوام ہے۔ ہیئات میں درختوں کا سا قیام چوپایوں کا سا رکوع، فرشتوں کی سی صف بندی، آسمانوں اور سیاروں کی سی گردش اور پہاڑوں کا سا قعود ہے۔ اذکار میں ہر مخلوق کی تسبیح اور ذکر ان کی خلقت اور استعداد کے مطابق جدا جدا ہے جسکو دوسرا نہیں سمجھ سکتا چنانچہ ارشاد ہے: وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِ رَبِّہِمْ وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَہُوْنَ تَسْبِیْحَہُمْ۔۔۔۔ یعنی ہر چیز حق تعالیٰ کی تسبیح وتحمید کرتی ہے۔ لیکن تم نہیں سمجھ سکتے۔ اسی طرح ہر قوم کو ان کے مناسب ہی اذکار تلقین کئے گئے کسی کو تعوذ کا حکم تھا۔ کسی پر سوال ودعا کا غلبہ۔ چونکہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا دین

مکمل کر دیا گیا۔ اس لئے مسلم کی نماز تمام اقوام کی نماز کی جامع کر دی گئی۔ جو فطرت الٰہی نے اقوام عالم میں مختلف نمازوں میں منقسم کی تھیں۔

اوقات کی جامعیت: اوقات نماز بھی جامع ہیں، یعنی جو وقت فطری طور پر روح کے طبعی میلان کا ہے یا نفس کے طبعی انحراف کا ہے۔ ان سب اوقات کو نماز نے اپنے اندر مشغول کر لیا ہے۔ صبح کا سہانا وقت روح کے نشاط کا تھا۔ تو نماز فجر نے اسے لیا۔ ظہر کا وقت کسل کا تھا۔ تو ظہر کی نماز نے اس میں چستی پیدا کر دی۔ عصر کا وقت تفریح کا تھا۔ تو عصر نے اس غفلت کو توڑ دیا۔ مغرب کا وقت انقلاب آفات کا تھا۔ تو مغرب کی نماز نے منقلب اللیل کی طرف جھکا دیا۔ عشاء کا وقت خاتمہ کا تھا تو نماز عشاء نے خاتمہ بالخیر کر دیا۔ پھر نفلی نمازوں نے دوسرے اوقات کی خصوصیت کے ماتحت انہیں عبادت میں مشغول کر دیا۔ گویا اگر ایک انسان تمام اذکار و اطاعت کی بجائے صرف ان مقررہ واجب و نفل اوقات میں نماز کا اہتمام کرے تو وہ کبھی غافل نہیں ہوتا۔

نماز میں روزہ، اعتکاف، حج اور زکوٰۃ کی حقیقت موجود ہے: روزہ کی حقیقت ہے۔ صبح صادق سے کھانے پینے اور عورتوں سے متمتع ہونے سے بچنا۔ یہ چیزیں نماز میں بھی ممنوع ہیں بلکہ نماز میں ان کے علاوہ سلام و کلام، عورتوں کو چھو دینا، ہنسنا، بولنا، چلنا، پھرنا۔ اور عام نقل و حرکت سب ہی ممنوع ہے۔ اس لئے نماز میں روزہ اپنی انتہائی شکل کے ساتھ موجود ہے۔

اعتکاف عموماً میں ضروریات بشریہ پوری کر لینے: سو جانے، لیٹ رہنے اور کھانے پینے کی اجازت ہے، لیکن نماز میں یہ سب امور مفسد صلوٰۃ ہیں۔ بلکہ مسجد میں ٹہلنے اور نقل و حرکت کی بھی اجازت نہیں۔ اس لئے نماز کا اعتکاف زیادہ مکمل ہے۔ اور نماز اعتکاف کو بھی جامع اور حاوی نکلی۔

حج کی حقیقت تعظیم بیت اللہ اور تعظیم حرم محترم ہے۔ نماز میں تعظیم بیت اللہ کا یہ مقام ہے کہ استقبال قبلہ شرط صحت صلوٰۃ ہے۔ کہ اس کے بغیر نماز ہی نہیں ہو سکتی۔ پھر جسطرح طواف میں بیت اللہ کے سامنے رفع یدین کر کے گردش طواف شروع کرتے ہیں، بعینہ نماز میں بیت اللہ کی طرف منہ کر کے تعظیماً رفع یدین کر کے نماز شروع کرتے ہیں۔ پھر جسطرح طواف اذکار و ادعیہ سے بھر پور ہے۔ پھر جسطرح حج میں حرم محترم کی حدود میں رہ کر تا بعد عرفات یاد حق میں مصروف رہتے ہیں۔ اسی طرح مسجد کے حرم محترم میں رہ کر ذکر الٰہی اور نوافل میں مصروف رہتے ہیں۔ پھر جسطرح حرم محترم میں شیطان کے آثار کو سنگریزوں سے سنگ کیا جاتا ہے۔ بعینہ نماز میں تعوذ کے ذریعہ شیطان کے شر کو معنوی ہتھیار کے ذریعہ دفع کیا جاتا ہے۔ پھر جسطرح حج میں طواف وداع کر کے رخصت چاہی جاتی

ہے۔ بعینہٖ نماز میں سلام و دعا کرکے دربارِ الٰہی سے رخصت ہو جاتا ہے۔ غرض حج کی پوری حقیقت اپنے اہم اجزا کے ساتھ نماز میں بعینہٖ یا بمثلہٖ موجود ہے۔

زکوٰۃ کی حقیقت تزکیہ نفس ہے، یعنی محبت دنیا سے قلب کو پاک کرنا اور نماز میں بھی یہی تزکیہ نفس، تزکیہ روح ہے کہ نفس ماسوی اللہ سے بیزار ہو کر صرف اللہ جل ذکرہ کا ہو رہے۔ زکوٰۃ کی حقیقت اس طرح نماز میں موجود ہے، اور زکوٰۃ کی صورت یوں موجود ہے کہ نماز کے لئے مسجد، چٹائی اور حوض پر فی سبیل اللہ مال خرچ کرنا پڑتا ہے۔ جسطرح زکوٰۃ میں بھی فی سبیل اللہ مصارف لازم ہیں ــــــ۔

نماز سے انانیت نفس کا ازالہ | نماز سے انانیت اور کبر نفس کا ازالہ ہوتا ہے جو ہزار ہا بد خلقیوں اور بد اعمالیوں کی اساس ہے، کیونکہ کبر نفس جبب تک ہی باقی رہ سکتا ہے کہ اپنے سوا کسی دوسرے کی عظمت دل میں نہ ہو اور نماز سے حق تعالیٰ کی عظمت دل میں آجاتی ہے۔ اور جب کسی کی عظمت قلب میں آجائے تو اس قلب میں کبر و غرور باس بھی نہیں پھٹکتا

نماز میں فن تصوف کا موضوع | فن تصوف کا موضوع تہذیب نفس ہے یعنی نفس کے رذائل زائل ہوں، اور فضائل حاصل ہوں۔ اور نماز میں دو چیزیں سامنے ہوتی ہیں۔ نفس اور رب، نماز جب نفس کی تحقیر و تذلیل کرتی ہے تو وہ مرجاتا ہے۔ اور اس کے آثار بھی مٹ جاتے ہیں۔ اور رب کی عظمت مطلقہ نماز سامنے کر دیتی ہے۔ تو عنایات رب متوجہ ہوتی ہیں۔ اور وہ اپنی فضائل سے نوازتا ہے۔ اس سے واضح ہو گیا کہ نماز تہذیب نفس اور اصلاح نفس کے لئے افضل ترین مجاہدہ اور اعلیٰ ترین ذریعہ ہے۔

روحانی اور اخلاقی مقامات | نماز چونکہ تزکیہ نفس کر دیتی ہے اس کے بعد نفسانی احوال و مقامات پاکیزہ اور ارفع و اعلیٰ ہو جاتے ہیں جسکا ذریعہ نماز بنتی ہے۔ لیکن بلاواسطہ بھی نماز میں تمام روحانی اور اخلاقی مقامات موجود ہیں۔ جو نمازی انسان میں راسخ ہو جاتے ہیں۔ اور آدمی بلند پایہ ہو جاتا ہے بشکر کو لو تو نماز کی روح ہی الحمد ہے۔ صبر کو لو تو آدمی نماز میں ہر ایک لذت سے صبر کر بیٹھتا ہے کہ نماز کا روزہ دن بھر کے روزہ سے زیادہ مکمل ہے۔ اخلاص کو لو تو نماز کی روح ہی اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ہے۔ جسکی حقیقت ماسوی اللہ سے کٹ کر اللہ کی طرف دوڑنا ہے۔ تواضع کو لو تو جہاں ذلت نفس سامنے ہے وہاں تواضع کی کیا حقیقت ہے۔ رضا بالقضاء کو لو تو جہاں عبدیت محضہ اور عبادت خالص عمل میں آ رہی ہو۔ وہاں رضا و توکل تو ادنیٰ درجہ ہے۔ سخاوت کو لو تو نفس اپنی ہر لذت نماز میں دے بیٹھتا اور اس سے صبر کر لیتا ہے۔ سخاوت کو لو تو اس میں سخت ترین مقابلہ اپنے نفس اور ہوائے نفس سے ہوتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ دوسرے سے لڑنا سہل ہے۔ مگر اپنے سے لڑنا مشکل ہے۔

▬▬

سرکارِ دو عالم کے

غذائی آداب

حکیم آفتاب احمد قریشی، ایم، اے

سرکارِ دوعالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس قناعت، پرہیزگاری، ایثار سے زندگی بسر کی، ملتِ اسلامیہ کے لئے قابلِ مثال ہے۔ شاہِ دوجہاں کو دنیا کی ہر چیز میسّر تھی، مگر انہوں نے سادگی کو ترجیح دی۔ آپ نے چھنا ہوا آٹا کبھی نہیں کھایا۔ آپ کے لئے آٹے کو چھانا نہیں جاتا تھا۔ بلکہ موٹا یا ان چھنا آٹا استعمال کرتے تھے۔ آپ نے میدہ کبھی نہیں کھایا۔ سالن کے نیچے کا حصّہ پسند فرماتے، اور اس کو بعد میں پیتے۔ سالن کے اوپر کے حصّہ میں زیادہ تر چکنائی یا گھی ہوتا ہے۔ لوگ زیادہ تر اسی کو پسند کرتے ہیں۔ مگر سرکارِ مدینہ سالن کے نچلے حصّہ کو پسند فرماتے تھے۔ آپ سالن کو نہ تو سونگھتے اور نہ ہی اسکو بُرا جانتے۔ اگر کوئی کھانا پسند خاطر نہ ہوتا تو اس پر تنقید نہ فرماتے بلکہ خاموشی سے اس کو چھوڑ دیتے۔ کبھی مجلس یا دعوت میں شریک ہوتے تو سب سے آخر میں کھانے سے اٹھتے۔ اگرچہ آپ خود کھانا جلد تناول فرمالیتے تھے۔ مگر بعض حضرات دیر تک کھانا کھاتے تھے۔ ان لوگوں کا پاس کرتے ہوئے دیر تک مجلس میں تشریف فرماتے۔ کوئی نیا کھانا آپ کے سامنے پیش کیا جاتا تو آپ اس کا نام دریافت فرماتے اور پھر تناول فرماتے۔ جب کوئی ناواقف شخص آپ کی خدمت میں کھانا پیش کرتا تو اسے کھانے سے قبل ایک لقمہ کھلا دیتے۔ یہودیوں کی جانب سے دھوکہ سے زہر دینے کے بعد یہ طریق اختیار کیا گیا تھا۔ کوئی مہمان آجاتا تو اُسے اصرار سے کھلاتے۔ جب مہمان بے حد انکار کرتا، تو آپ پھر اصرار نہ کرتے۔ سرکارِ دوعالمؐ کی دعوت ہوتی تو کوئی شخص بغیر مدعو کئے ہوئے آپ کے ہمراہ ہو جاتا۔ تو داعی کے گھر پہنچ کر اس کے لئے اجازت لے لیتے۔ آپ ہمیشہ دعوت یا مجلس میں دائیں ہاتھ بیٹھنے والے کو کھانے یا پینے کی کوئی چیز عنائت فرماتے۔ اگر بائیں ہاتھ والے کو کوئی چیز عنایت فرمانا چاہتے تو پہلے دائیں ہاتھ والے سے اجازت مانگتے۔ سید الانبیاءؐ نے ہمیشہ بیٹھ کر کھانا کھایا۔ مگر بعض اوقات پھل کو کھڑے ہو کر بھی کھایا۔ آپ تاکید فرماتے کہ کھانے اور پینے کے برتن ڈھک کر رکھے جائیں۔ آپ ہمیشہ اپنا کھانا سامنے سے شروع کرتے اور پینے کی چیز میں پھونک نہیں مارتے تھے۔ سرکارِ دوعالمؐ پانی پیتے وقت تین بار دفعہ ضرور فرماتے اور ہر دفعہ برتن منہ کے سامنے سے ہٹا لیتے تھے۔ ہر بار برتن سے منہ لگاتے وقت بسم اللہ پڑھتے اور ہٹاتے وقت الحمدللہ پڑھتے۔ آخری مرتبہ الحمدللہ کے ساتھ والشکر اللہ بھی بڑھا دیتے۔ آپ نے مٹی، تانبہ، کانچ اور لکڑی کے برتنوں میں پانی نوش فرمایا۔ رحمۃ للعالمین رسولِ اکرمؐ جب اپنے احباب کو کوئی چیز پلاتے تو سب سے آخر میں پیتے اور فرماتے کہ ساقی سب سے آخر میں پیتا ہے۔ ▬▬

قارئین کے خطوط

افکار و تاثرات

- شیعوں کی دیدہ دلیری اور ہماری بے حسی۔
- ایبٹ آباد کے بعد پشاور میں بھی "ربوہ"
- طب قدیم اور دینی مدارس۔
- تعطیل جمعہ
- مسترد شدہ سوالات
- عالم کی وفات

شیعوں کی دیدہ دلیری اور ہماری بے حسی آپ کا مضمون متعلق شیعہ مطالبات پڑھا۔ اللہ تعالے آپ کو اس حمایت حق کا اجر جزیل عطا فرمائیں۔ آپ نے یہ فرض کفایہ ادا کرکے سب اہل سنت کو ممنون فرمایا ہے۔ سنیوں کی غفلت بلکہ مردنی، علماء دین کی بے حسی اور شیعوں کی یہ دیدہ دلیری دیکھ دیکھ خون کھولتا ہے۔ مگر قہر درویش بر جان درویش قوم کی غیرت دینی و حمیت ملی کی قبر پر فاتحہ پڑھنے کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔ شیعہ کے مطالبات ۲ اور ۳ تو بہت ہی خطرناک ہیں۔ اگر اس وقت اہل سنت نے غفلت سے کام لیا تو آئندہ نسل شیعہ ہو جائے گی۔ تاریخ کو مسخ کرنے کا ارادہ ان سب سے خطرناک ہے۔ تاریخ میں جو زہر بھرا ہے۔ ابھی تک اس کے اثر سے نجات نہیں ملی چہ جائیکہ اب اسے مزید زہریلا بنانے کی کوشش ہو رہی ہے۔ یہ مسئلہ بہت اہم اور اس کے نتائج بہت دور رس ہیں۔

اتنی بات عرض کردوں کہ مسلک اہل سنت اور شیعہ مذہب میں اصولی اور بنیادی اختلافات ہیں۔ اس کا اظہار بھی ضروری ہے۔ عوام اہل سنت اس حقیقت سے بے خبر ہونے اور اختلافات کو فروعی سمجھنے کی وجہ سے شیعوں کے دام فریب میں گرفتار ہو کر دینی و دنیاوی ہر قسم کے نقصانات اٹھاتے ہیں۔ آپ سے مجھے بہت مخلصانہ تعلق ہے۔ اس لئے ایک بات کہنے کی جرأت کر رہا ہوں، بلکہ اخلاص کا تقاضا سمجھتا ہوں۔ آپ کے رسالہ میں حضرت علی مرتضیٰ رضؓ کے اسم گرامی کے ساتھ "امام عالی مقام" کے الفاظ دیکھ کر کھٹک پیدا ہوئی امام سے مراد اس کے لغوی معنی یعنی مقتدا و پیشوا ہیں تو آں ممدوح ہمارے مقتدا و پیشوا ہیں۔ (اور مضمون نگار کے قلم سے یہی لغوی معنی ملحوظ رکھ کر یہ لفظ نکلا ہے ۔۔۔ الحق) لیکن یہ انکی خصوصیت نہیں ہے۔ بلکہ ہر صحابیؓ ہمارے امام ہیں) اور اگر "امامت" سے مراد غوثیت و قطبیت کی طرح کوئی خاص درجہ ولایت ہے۔ تو یہ صحیح نہیں، کیونکہ شرعاً "امامت" اس قسم کا کوئی منصب نہیں ہے۔

میں سمجھتا ہوں آپ نے معنی اول ہی مراد لیئے ہوں گے، لیکن شیعوں کے عقیدہ امامت کے پیش نظر اس سے احتراز مناسب تھا۔ (مولانا محمد اسحاق)

ایبٹ آباد کے بعد پشاور میں ایک اور ربوہ آپ نے قادیانیوں کو بے نقاب کیا ہے اس سے ہم نوجوان نسل کو واقعی ان کے گندے سے اثر سے محفوظ ہونے کا ذریعہ حاصل ہوگا۔ آپ کی اطلاع کے لئے اور تحریر کر دوں کہ کاکول ایبٹ آباد کی طرح مرزائی پشاور میں بھی عزیب آباد محلہ جو کہ یونیورسٹی ٹاؤن سے ملحق ہے اپنی بستی زور شور سے بنا رہے ہیں۔ کوئی پچاس کے قریب پلاٹس قادیانیوں نے خریدے ہیں اور مکان بنانے میں مصروف ہیں۔ ابھی چند مکان بنے کہ وہاں ممتاز اور اعلیٰ خاندانوں کو فریب میں لینے اور تبلیغ کرنے میں سرگرم ہو گئے ہیں۔ اس طرح محلہ کے بچوں کو اب اپنی تعلیمی لپیٹ میں لے رہے ہیں۔ آپ میری گذارش شائع کر دیں۔ تاکہ اسلام کے محافظ اور غلامانِ رسول اس کا صحیح حل سوچ سکیں۔

(نیاز محمد ۵/۱ یونیورسٹی ٹاؤن پشاور)

طب قدیم اور دینی مدارس آپ کے پرچہ میں ارباب سکندر خان گورنر سرحد اور حضرت شیخ الحدیث کی تقریر پڑھی جو شادی کے موقعہ پر کی گئی۔ ارباب صاحب نے دارالعلوم حقانیہ میں طب قدیم کی تعلیم کی تجویز پیش کی یہ تجویز بڑی مفید اور فکر انگیز اور میرے ارمانوں کی تعبیر ہے۔ میں نے کچھ عرصہ قبل مفتی محمود صاحب کی خدمت میں یہ تجویز پیش کی تھی کہ دینی مدارس میں طب کی تعلیم شروع کی جائے۔ میری تجویز یہ ہے کہ درس نظامی کے چھٹے سال سے طبی بورڈ کے نصاب کے مطابق طب کی تعلیم شروع کی جائے یہ نصاب چار سال کا ہے تو درس نظامی کی تکمیل کے ساتھ طبی نصاب بھی مکمل ہو جائے گا۔ دیوبند میں دارالعلوم کا طبی شعبہ یوپی کے طبی بورڈ سے باقاعدہ منظور شدہ ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوگا کہ آیا طبی بورڈ اس کو تسلیم کرے گا۔ طبی بورڈ کی شرائط میں ہے کہ میٹرک یا اس کے برابر طلباء طبیہ کالج میں داخل ہو سکتے ہیں۔ جامعہ اسلامیہ بہاولپور نے درس نظامی کے پانچویں سال کے طالب علم کو میٹرک کے برابر قرار دیا ہے۔ اس طرح دینی مدارس کے طلباء چھٹے سال میں طبیہ کالج میں داخل ہو سکتے ہیں۔ طبی بورڈ اس کی تصریح کر دے گا۔ اور زیادہ سے زیادہ اسے حکومت سے منظور کرانا ہوگا۔ (حکیم آفتاب احمد قریشی ۔ لاہور)

تعطیل جمعہ پاکستان کو قائم ہوئے پچیس سال گذر چکے ہیں۔ مگر عوام کو اتوار کی بجائے جمعۃ المبارک

کی چھٹی تک نہ مل سکی اس کو افسر شاہی نے ہمیشہ پس پشت ڈالے رکھا جبکہ درج ذیل اسلامی ممالک میں جمعہ کو سرکاری چھٹی ہوتی ہے۔ سعودی عرب، مصر، ایران، افغانستان، سوڈان، عراق، اردن، ابوظہبی، کویت، لیبیا، سومالیہ، مسقط، مالی وغیرہ۔ اب عوامی دار الحکومت ہے، تحریک زور پکڑ رہی ہے اور پھر بھی افسر شاہی عیسائیوں کے متبرک دن اتوار کو چھٹی منانے پر مصر ہے۔ علماء اور خطباء سے التماس ہے۔ کہ ہر جمعۃ المبارک کی فضیلت اور اہمیت پر زور دیں۔ موجودہ حکومت نے اس مسئلہ کو ایک کمیٹی کے سپرد کر دیا ہے۔ اس کے عوام کی دیرینہ خواہش کو پورے جوش سے ہر طبقہ کا تعاون حاصل ہونا چاہیئے۔ یہ عرضداشت ہر شہر کے خطیب تک پہنچانے کی سعی کی جا رہی ہے۔

(متعدد حضرات، سمن آباد۔ لاہور)

اسمبلی کے مسترد شدہ سوالات الحق نے پاکستانی سنی مسلمانوں کی صحیح ترجمانی کی ہے۔ الحق نے یہ پڑھا کہ حضرت مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ نے جب اسمبلی میں کچھ سوالات پیش کئے تو ان کو ناقابل جواب قرار دیا گیا تو انگشت بدنداں رہ گیا۔ اگر ایسے معقول اور ملک و ملت کے بارہ میں اہم اور نازک مسائل ناقابل جواب ہیں۔ تو آخر اس اسمبلی کا ملک و ملت کو کیا فائدہ۔ ایسے جوابات سے محروم رکھنا پاکستانی عوام کی توہین ہے۔ حکمرانوں کے سامنے پیش رووں کے اقتدار اور لاپرواہی کے انجام بد کا نقشہ موجود ہے۔ آپ کا ان سوالات کو عوام تک پہنچا دینا ایک اہم قومی و ملی خدمت ہے۔ (محمد امین مدنی جامع مسجد چکوال)

مولانا نوگراموی کی وفات علمی حلقوں کیلئے یہ خبر موجب غم ہو گی کہ ۱۳ ستمبر مطابق ۱۷ شعبان ۱۳۹۲ھ علاقہ الائی بٹگرام ہزارہ کے حضرت مولانا غلام حیدر صاحب نوگراموی انتقال کر گئے۔ ان کی عمر سو سال تھی۔ موصوف حضرت شیخ الہند کے شاگرد خصوصی اور خلیفہ مجاز تھے۔ جمعیۃ العلماء اسلام آلائی بالا کے امیر تھے۔ ساری زندگی درس و تدریس اور رشد و ہدایت میں بسر کی۔ قارئین الحق سے دعا کی اپیل کی جاتی ہے۔

(مولانا محمد ایوب امیر جمعیۃ العلماء اسلام الائی بٹگرام)

تفرقہ انگیز اور ناقابل عمل سنی شیعہ دینیات کمیٹی کے جو فیصلے اخبارات میں شائع ہوئے ہیں تفرقہ انگیز انتشار افزا، لغو اور ناقابل عمل ہیں۔ ہم مسلمانان اہل سنت کیطرف سے اس فیصلہ پر شدید احتجاج کرتے ہوئے مطالبہ کرتے ہیں کہ اس کمیٹی کے فیصلوں کو منسوخ کر کے کروڑوں سنی مسلمانوں کو مطمئن کیا جائے اور باقی ماندہ

پاکستان کو فرقہ وارانہ فسادات کی لپیٹ سے بچانے کی سعی کی جائے۔

(مولانا قاضی مظہر حسین امیر خدام اہل سنت چکوال)

برما میں اسلام کی روشنی | اللہ کے فضل و کرم سے برما میں دعوت الی اللہ اور تبلیغ کا کام شروع ہوئے مدت ہو چکی ہے۔ بے شمار جماعتیں نکل رہی ہیں۔ لوگ جوق در جوق حصہ لے رہے ہیں۔ کارکنوں کے سامنے بڑی کٹھن منزل ہے۔ تمام علماء بزرگوں اور مسلمانوں سے کامیابی کی دعاؤں کی درخواست ہے۔

(محمد نثار۔ مکٹیلا۔ برما)

کیا یہ سچ ہے؟ | آپ کا الحق جس کے نقش آغاز میں "اگر شیعہ حضرات اہل سنت سے اپنے اختلافات کو اصولی قرار دینے پر مصر رہے، تو مسلمانوں کے لئے سوچنا ہوگا کہ ایسے اصولی اختلافات کے ساتھ کوئی شخص مسلمان کے دائرہ میں رہ سکتا ہے یا کہ نہیں یا ایسے اصولی اختلافات کے ہوتے ہوئے کوئی اقلیت ملک کے کلیدی مناصب بشمول صدارت وغیرہ پر فائز رہ سکتی ہے یا نہیں۔"؟ پڑھا۔ ہم حیران ہیں کہ باپ اسمبلی میں اور بیٹا باہر شور مچا رہے ہیں کہ شیعوں کو حقوق کیوں دئے جا رہے ہیں۔ اس لئے پاکستان کی بربادی ہوگی، حزب سوالیہ بن کر اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ کہ مجارٹی اہل سنت کو حاصل ہے۔ اس سعی نامسعود کو ترک کریں ——— حالانکہ مجارٹی بھی شیعوں کو پاکستان میں حاصل ہے۔ بانی پاکستان جناب محمد علی جناح کس گروہ سے تھے۔؟ ابتداء سے اب تک کلیدی منصبوں پر پاکستان کے بست وکشاد اہل سنت تھے یا سکندر مرزا یا آغا یحییٰ۔ دور کیوں جاتے ہیں، ذوالفقار علی بھٹو کن کے ووٹوں سے برسر آرائے سلطنت ہیں۔ مجارٹی شیعوں کو حاصل ہے۔ یا کہ آپ کو۔۔۔؟ حالانکہ ساری سیٹوں کو ذوالفقار علی نے جیت لیا۔ سچ کہا ہے اقبال نے ؎ دین ملا فی سبیل اللہ فساد۔

(محمد علی ندیم۔ جہانیاں۔ پنجاب)

شیعہ سٹیٹ کا پیش خیمہ | ترجمان اسلام میں آپ کا ایک قیمتی مقالہ شیعہ نصاب سے متعلق پڑھ کر دل کی گہرائیوں سے دعائیں نکلی ہیں۔ "کثر اللہ امثالکم" آپ نے بروقت اس ضروری موضوع پر قلم اٹھا کر اس کا حق ادا کیا ہے ——— دراصل یہ منصوبہ سکندر مرزا سے چلا پھر دبا اور یحییٰ خان سے اسکی تجدید ہوئی۔ ان تمام علیحدگیوں جن کی نشاندہی آپ نے فرمائی ہے۔ بعید از قیاس نہیں ہیں۔ بلکہ شیعہ سٹیٹ

کا جداگانہ مطالبہ بھی عین ممکن ہے۔ اس کے بعد قادیانی اور عیسائی سٹیٹوں کا مطالبہ بھی ہو سکتا ہے۔ پھر پاکستان کا سوال ہی کیا باقی رہ سکتا ہے۔؟ خدا ہمارے ملک کو ظاہری اور باطنی فتنوں سے محفوظ رکھے۔ آمین۔ اگر آپ اس مقالہ کو کتابچہ کی شکل میں طبع کروا سکیں۔ تو انشاء اللہ زیادہ مفید ہوگا۔

(امیر الزمان ناظم اعلیٰ جمعیت علماء آزاد کشمیر)

مرزائی مسجد میں دولتانہ کا تجدید وفا "قیام پاکستان کی تیسویں سالگرہ کے موقع پر مسجد فضل لندن میں ایک خصوصی تقریب منعقد کی گئی جس میں پاکستان کے سفیر میاں ممتاز محمد خاں دولتانہ نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان کا قیام نظریہ جمہوریت کی بنا پر ہوا ہے۔ اور اس میں ہماری کامیابی اور ترقی کا راز ہے۔ انہوں نے زور دیا کہ آج اس امر کی شدید ضرورت ہے کہ نوجوان نسل کو نظریۂ پاکستان اور اس کے بنیادی اصولوں سے آگاہ کیا جائے۔ تقریر کی ابتداء میں انہوں نے کہا کہ میں لندن مسجد میں تجدید وفا کے سلسلہ میں حاضر ہوا ہوں کیونکہ آج سے ۴۹ برس قبل جب میں پہلی بار یورپ آیا تو میری مغربی زندگی کے ابتدائی ایام اسی مسجد کے زیر سایہ گزرے۔ یوم پاکستان کی اس تقریب میں سینکڑوں پاکستانیوں نے شرکت کی۔ مسجد فضل لندن کی طرف سے اس موقع پر ایک دعوت عصرانہ کا اہتمام کیا گیا ——" یہ جنگ لندن ۱۶ اگست ۱۹۷۷ء کا اقتباس ہے۔ دولتانہ صاحب! خوب آپ تے پاکستان کی سفارت کا جاتے ہی حق ادا کر دیا۔ (الحق)

ماہنامہ "البلاغ" سرپرست حضرت مولانا محمد یوسف خاں صاحب تلمیذ رشید شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ
مدیر مسئول، مولانا محمد اسحاق خان —— ● آزاد کشمیر بھر میں اپنی نوعیت کا پہلا اور واحد مجلہ —— ● دینی، علمی، اخلاقی و اصلاحی مضامین کا علمبردار و آئینہ دار —— ● ریاست میں قرآن و سنت کی تعلیمات مقدسہ کا مبلغ و خادم —— مستقل عنوانات: عصر حاضر حدیث نبوی کی روشنی میں —— کل کے معمار —— باب الاستفسارات —— محسنین دار العلوم، ہمارے اسلاف، اور صفحۂ خواتین وغیرہ وغیرہ۔
آئیے اس کار خیر میں خود بھی ہمارا ہاتھ بٹائیے۔ اور اپنے حلقۂ اثر و احباب میں بھی اسکی توسیع اشاعت کیلئے حتی المقدور اور بھرپور کوشش کیجئے۔

بقیہ: مسلمان کی تولیت :—— رہے۔ ہزار روپے کا دعویٰ ہو تو کم از کم ۵ ہزار روپے فریقین کے لگ جائیں۔ اسکے مقابلہ میں شرعی نظام نہایت سہل، مفید اور انصاف کے حصول کا ذریعہ بنتا ہے۔ اور شریعت اچھی چیز ہے۔ لیکن اس کیلئے چلانے والے بھی اچھے لوگ چاہئیں۔ کابل وغیرہ میں یہ مصیبت ہوئی کہ قاضی کے سامنے مقدمہ آجاتا اور وہ لطیفہ ہوتا کہ ایک شخص نے رشوت میں روئی دی تھی، دوسرے نے کلہاڑی۔ اب عدالت میں اسے یاد دلانے کی کوشش میں ایک فریق کہتا کہ قاضی صاحب اس مقدمہ کو ایسا ختم کردیں جیسے کلہاڑی سے دو ٹکڑے کئے جائیں تو قاضی صاحب کہتے کہ ہاں کوشش کرتا ہوں مگر کلہاڑی کے سامنے روئی آجاتی ہے۔

احوال وکوائف

دارالعلوم حقانیہ

مولانا سلطان محمود صاحب
ناظم دفتر اہتمام

مجلس شوریٰ کا جلسہ دارالعلوم حقانیہ کی مجلسِ شوریٰ کا عظیم الشان اجلاس یہاں دارالحدیث ہال میں منعقد ہوا جس میں ملک کے دور دراز سے دارالعلوم کے ارکانِ شوریٰ نے شرکت کی اور دارالعلوم کے نئے بجٹ کی منظوری کے علاوہ مختلف ترقیاتی تجاویز اور منصوبوں پر غور کیا گیا۔ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ مہتمم دارالعلوم حقانیہ نے سالِ گذشتہ کے مختلف شعبوں کی کارگذاری پیش کرتے ہوئے کہا کہ مختلف تعلیمی اور تنظیمی شعبوں پر پچھلے سال ایک لاکھ نوے ہزار بہتر روپے پچھتر پیسے (۱۹۰۰۷۲/۷۵) خرچ ہوئے، جبکہ آمدنی دو لاکھ ایک سو تیس روپے اکیاون پیسے (۲۰۰۱۳۰/۵۱) ہوئی۔ سال رواں کیلئے آپ نے دو لاکھ پچپن ہزار نو سو پندرہ (۲۵۵۹۱۵) کا بجٹ (میزانیہ) پیش کیا۔ جسکی ارکان نے غور وخوض کرنے کے بعد منظوری دی۔ بجٹ کی رو سے گو انسٹھ ہزار روپے (۵۹۰۰۰) کا خسارہ ہے۔ مگر توکلاً علی اللہ متوقع آمدنی کے پیش نظر اسکی منظوری دیدی گئی۔ اجلاس میں ترقیاتی منصوبوں کے ضمن میں کئی ارکان نے زور دیا کہ ماہنامہ الحق کے پشتو، عربی اور انگریزی ایڈیشن بھی تبلیغی مقاصد کے پیش نظر جاری کئے جائیں۔ نیز شعبۂ تبلیغ قرأت و تجوید کو بھی مزید ترقی اور توسیع دی جائے۔ نیز کئی ارکان نے ایک معیاری دارالتصنیف قائم کرنے پر زور دیا۔ جہاں سے اسلام کے متعلق اہم کتابیں شائع ہوسکیں اور طلبہ کو اسلامی علوم میں تخصص کرایا جاسکے۔ ایک تجویز یہ سامنے آئی کہ دارالعلوم کو کسی اہم موضوع پر تصنیف کے لئے انعامی مقابلہ بھی کرانا چاہئے۔ جس کا انتخاب ایک علمی کمیٹی کرے اور اس کتاب کی رائلٹی دارالعلوم کو وقف ہونی چاہئے۔ اس طرح اہم علمی اور دینی تصانیف کی حوصلہ افزائی کی جاسکے گی۔

اجلاس کے آغاز میں دارالعلوم کے ان اراکین و معاونین کے حق میں دعائے مغفرت کی گئی جن کا پچھلے سال انتقال ہوا تھا۔ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ نے اپنی مبسوط تقریر میں علوم دینیہ کی اہمیت اور ملک اور عالم اسلام کو ازبیش نازک دینی اور علمی اضمحلال پر نہایت افسوس کا اظہار کیا اور مدارسِ دینیہ کی اہمیت پر زور دیا۔ مجلس شوریٰ نے دارالعلوم کے شعبۂ تعلیم القرآن مڈل سکول کے عملہ کی تنخواہ میں اضافہ کی بھی سفارش کردی۔ شرکاء میں سے بعض کے اسماء گرامی یہ ہیں:-

۱- جناب مولانا الحاج میاں مسرت شاہ صاحب۔ کاکاخیل
۲- " الحاج خان شیر افضل خان صاحب۔ بدرشی
۳- " الحاج عبدالخالق صاحب خلیق۔ پشاور
۴- " الحاج سکاتی صاحب۔ جی ایم پیپر ملز نوشہرہ
۵- " الحاج مولانا قاری محمد امین صاحب۔ راولپنڈی
۶- جناب الحاج مولانا قاری سعید الرحمٰن صاحب۔ راولپنڈی
۷- " الحاج ڈاکٹر صاحب شاہ صاحب۔ تورڈھیر
۸- " الحاج مولانا عبدالحنان صاحب۔ جہانگیرہ
۹- " مولانا عبدالرشید صاحب۔ یارحسین
۱۰- " مولانا میاں عبدالحنان صاحب۔ یارحسین

۱۱۔ مولانا حبیب اللہ صاحب تنگی ۔ چارسدہ
۱۲۔ الحاج خان محمد عباس خان صاحب ۔ اکوڑہ
۱۳۔ مستقر اللہ صاحب ۔ پبی
۱۴۔ الحاج حبیب الرحمان صاحب ۔ نوشہرہ کلاں
۱۵۔ الحاج میاں مراد گل صاحب ۔ کاکاخیل
۱۶۔ میاں حکیم بادشاہ صاحب ۔ چشتی
۱۷۔ حاجی وزیر محمد صاحب ۔ نوشہرہ کلاں
۱۸۔ مولانا محمد یوسف صاحب قریشی ۔ پشاور
۱۹۔ مولانا محمد اشرف صاحب قریشی ۔ پشاور
۲۰۔ ملک عبدالنبی صاحب ۔ راولپنڈی صدر
۲۱۔ الحاج یعقوب شاہ بادشاہ صاحب ۔ مردان
۲۲۔ حکیم خاوٗ استاد صاحب ۔ مردان
۲۳۔ الحاج مطیع الرحمان صاحب ۔ مردان
۲۴۔ مولانا مجاہد خان صاحب ۔ نوشہرہ
۲۵۔ مولانا میاں ولایت شاہ صاحب ۔ حکمت آباد
۲۶۔ ڈاکٹر خیر محمد صاحب ۔ یارحسین

مقامی مجلس منتظمہ کے اراکین

(نقشہ میزانیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

نشاط

مسرت و شادمانی کا نشان

ہماری مقبول عام اور پائیدار مصنوعات

عوام الناس کے لئے ارزاں قیمتوں پر ہر جگہ دستیاب ہیں

کپڑا		سوت کوالٹی	
شبنم	سمرینہ	ایس/۱۰	بنڈل وکونز
۴۴۴۸	ملیشیا	ایس/۱۶	" "
نشاط	ملیشیا	ایس/۲۰	" "
ریاض ۴۴	مارکین ۴۴"	ایس/۲۱	" "
۵۶۰۰۰	لٹھا	اور ٹیکسٹائل ملوں کے لئے اعلیٰ کوالٹی	
ریاض اے	مارکین ۴۴"	کے سوت کی پیشکش۔	

نشاط سرحد ٹیکسٹائل ملز لیمیٹڈ پشاور

سیلز مینجر ۲۷۵۷ ــــ مینجنگ ڈائرکٹر آفس ۲۵۵۰ ــــ رہائش ۲۵۵۰